بھگوت گیتا
سُندر شیام

# پبلشرز

نرائن دت سہگل اینڈ سنز بک سیلرز اینڈ پبلشرز

اندرون لوہاری دروازہ لاہور





نرائن دت سہگل پرنٹر و پبلشر نے مرکنٹائل پریس لاہور
میں
چھپوا کر لوہاری گیٹ لاہور سے شائع کیا۔

بار اول

قیمت عہ

بھگوان کرشن کے چرنوں میں

سُندر شیام

اوم

## سنتو ایسا دھند اندھیارا

اس گھٹ اندر باغ باغیچہ اسی میں سرجن ہارا
اس گھٹ بھیتر سات سمندر اسی میں نو لکھ تارا
اس گھٹ اندر ہیرا موتی اسی میں پرکھن ہارا
اس گھٹ اندر انہد گرجے اسی میں اٹھت فوارا

کہیں کبیر سنو بھائی سادھو
یا ہی میں گورو ہمارا

کبیر صاحب

اوم

(یوگ کے ابتدائی اصول)

یوں تو بیشتر انسان کسی نہ کسی طور پر کبھی نہ کبھی اُس ذاتِ مقدس کا تصوّر کرتے ہیں۔ اور اس کے حضور میں گاہ گاہ سربسجود ہو کر اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیتے ہیں۔ لیکن اُن میں سے بہت کم ایسے ہوتے ہیں جو خلوصِ قلب کے ساتھ اس ذاتِ حق کی اس اصول کے پیشِ نظر ارادھنا کرتے ہیں۔ کہ ایسا کرنا ان کا فرض ہے۔ اور کہ ان کی انسانی جامہ میں پیدائش صرف اسی مقصد کے مدِنظر ہوئی۔ کہ وہ لوٹ کر اس مقام کو پہنچ سکیں۔ جہاں سے ان کی ابتدا ہوئی تھی۔ کہ وہ اس تعلق سے آگاہ ہو سکیں جو ان کی آتما اور پرماتما کے مابین ہے۔

لیکن کتنے ایسے انسان ہیں۔ جو اس حقیقت سے آگاہ ہونے کی کوشش کرتے ہیں؟ شاید معدودے چند

ادھیائے ساتواں شلوک نمبر ۳

"ہزاروں انسانوں میں سے کوئی کوئی درجہ کمال حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور ان میں سے بھی معدودے چند مجھے پہچانتے ہیں۔"

ان معدودے چند حقیقت کے متلاشیوں کے لئے بھی درجہ کمال حاصل کرنا اسلئے مشکل ہو جاتا ہے۔ کہ عام انسانی عقل قدرت کے ان سربستہ رازوں کو منکشف کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی اور ناسمجھی اور لاعلمی کے باعث انسان دربدر کی ٹھوکریں کھانے کے بعد یا تو مایوس و ناکام ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ یا سرے سے پرماتما کی ذات ہی سے منحرف ہو جاتا ہے۔

وستو کہیں، ڈھونڈے کہیں۔ کس بدھ آوے ہاتھ
کہیں کبیر تب پایئے جب بھیدی لیجئے ساتھ

ہر ایک بشر چونکہ فطرتاً روشن ضمیر پیدا نہیں ہوتا، نہ ہی قدرت سے ہر ایک انسان کو ایسی عقل سلیم عطا ہوتی ہے۔ کہ وہ آئین وحدت کو خوش اسلوبی سے ذہن نشین کر سکے۔ اسلئے ۹۹٪ حالتوں میں یہ امر اشد ضروری ہے۔ کہ انسان اپنی روحانی ترقی کو کسی ایسے راہبر کامل کے سپرد کر دے۔ جو کہ اس کے سینہ میں مضبوط قوت ارادی پیدا کرنے، اور اس کے راستہ کی تاریکیوں کو شمع معرفت کی ضوفشانی سے قلع قمع کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ لیکن اس کے لئے جستجو کی ضرورت ہے چشمہ پیاسے کے قریب تو آنے سے رہا۔ پیاسے کو ہی چل کر چشمہ تک پہنچنا لازم ہے

لیکن سوال یہ ہے۔ کہ کیا ہمیں پیاس بھی ہے ؟

حقیقت یہ ہے۔ کہ دنیاوی خواہشات کی تشنگی کو مٹانے کی کلپنا میں ہمیں رُوحانی تشنگی محسوس ہی نہیں ہوتی۔ اِسلئے ہمارا سب سے پہلا فرض یہ ہے۔ کہ اس خفتہ تشنگی کو بیدار کیا جائے۔ پھر اس پر گیان کا ایندھن ڈالا جائے۔ تاکہ وہ لحمہ بہ لحمہ تیز تر ہوتی جائے۔ جب تشنگی صحیح معنوں میں بھڑک اُٹھے۔ تو پھر چشمہ کی تلاش کی جائے۔

لیکن جب تک تشنگی ہی زبردست نہیں تو تلاش کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے۔ اور اگر سرسری طور پر تلاش کی بھی جلئے۔ تو اس کا نیتجہ خاطرخواہ کیونکر ہو سکتا ہے۔

ایک عام کہاوت ہے۔

"گورو بِناں گت ناہیں"

جہاں تک روحانی ترقی کا اِنحصار ہے۔ یہ بات کامل وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے۔ کہ ایک طالب کی روحانی ترقی تب تک مخدوش رہتی ہے۔ کہ جب تک اُسے کوئی راہبرِ کامل میسّر نہیں آتا۔ یہ امر کچھ اِس لئے بھی اشد ضروری ہے۔ کہ یوگ کے ابتدائی مراحل کچھ اس قدر صبر آزما ثابت ہوتے ہیں۔ کہ بیشتر انسان اِبتدا ہی میں حوصلہ ہار کر بیٹھ جاتے ہیں۔ خیالات کی دھاروں کو یکجا کرنے اور اُنہیں پرماتما کی جانب مائل کرنے کے لئے ابھیاس کی ضرورت ہے۔ اور کوئی شاغل جب تک کہ وہ ابھیاس کے ذریعے من میں یکسانیت پیدا نہیں کر لیتا۔ آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اور یہ اُسی حالت میں ممکن ہے۔ کہ وہ راہبرِ کامل نا آشنا

کو اس کے پاس تک نہ پھٹکنے دے۔ اور اس کے سینہ میں ہر لمحہ نئی اُمنگ دنیا اُتساہ پیدا کرتا رہتا ہے ؞

من کو قابو میں لانے اور یکسانیت حاصل کرنے سے ہی وہ آنند حاصل ہوتا ہے۔ کہ جسے فنا نہیں۔ گو ابتدا میں چنچل من کو ہر چہار جانب سے سمیٹ کر قابو میں لانا زہر کے گھونٹ بھرنے کے مترادف معلوم ہوتا ہے۔ لیکن انجام کار یہی ابتدائی کاوشیں انسان کو علمِ ذات کے سرور سے روحانی کیف بخشتی ہیں۔

ادھیائے اٹھارواں شلوک نمبر ۳۷

" جو ابتدا میں تو زہر محسوس ہوتا ہے۔ لیکن انجام کار امرت (آبحیات) بن جاتا ہے۔ اسے ستوگنی سُکھ کہتے ہیں۔ اور یہ سُکھ آتم گیان کے ذریعے حاصل ہوتا ہے "

آتم گیان کیا ہے۔ اور کیونکر اس میں درجہ کمال حاصل کرنے والے ذاتِ حق میں وصل ہو جاتے ہیں۔ اور دائمی سرور سے آگاہ ہوتے ہیں۔ یہ ایک حل طلب معمّہ ہے۔

آتم گیان اس علم اشراق کو کہتے ہیں۔ جس سے انسان آتما کی ماہیت سے آگاہ ہو کر اس تعلق کو سمجھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ جو آتما اور پرماتما کے مابین واقع ہے۔ دراصل آتما جزو ہے اُس ذاتِ واحد کا جسے پرماتما کہتے ہیں۔

ادھیائے دسواں شلوک نمبر ۴۲

"اے ارجن! اس بیان کی تشریح کے لئے صرف اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ یہ کل کائنات میرے نور کے ایک شمہ سے ظہور میں آئی۔"

ادھیائے تیرھواں شلوک نمبر ۲۳

"وہی ذاتِ پاک جو سب پر نظر رکھنے والی۔ کُل کائنات کی مالک سب کی پرورش کرنے والی اور ہست مطلق ہے۔ اِس فانی جسم میں نزول کرتی ہے۔"

جو تمام کائنات کا مالک ہے۔ جو ذرّے ذرّے میں موجود ہے۔ ہر تارِ نفس سے جس کی وحدت کا راگ الاپا جاتا ہے۔ سانس کی ہر ہر صدا کے ساتھ ہر جاندار جس کی توحید کا گیت گا رہا ہے۔ وہی لافانی اور لازوال ہستی ہر لمحہ ہمارے ساتھ ہے۔ لیکن ہم کس قدر کوتاہ بین ہیں۔ کہ اُسے جاننے کی کوشش تک نہیں کرتے۔ ہمیں یہ جاننے کی ضرورت تو محسوس ہوتی ہے۔ کہ اگر جسم پر گھاؤ پڑ جائے تو اُسے کس اوشدھی (دوا) کے ذریعہ مندمل کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے ہم ویدوں کے پاس جانا بھی اپنا فرض خیال کرتے ہیں۔ اور ہر طرح کا پرہیز رکھنا بھی لازم قرار دیتے ہیں۔ اپنے کسی عزیز کو جسے کسی جرم کی پاداش میں قید کی سزا مل چکی ہو، آزاد کروانے کی ہر ممکن کوشش کر سکتے ہیں۔ اس کے لئے ہم اپنے پسینے کی کمائی کو پانی کی طرح بہا دینا معمولی بات سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمیں یہ جاننے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ کہ اپنی آتما کو جو نہ جانے کس عالم سے آواگون کے چکر میں مبتلا چلی آتی ہے کیونکر اس بندھن سے آزاد کیا جا سکتا ہے۔ اِس کے لئے ہم نہ تو مصائب برداشت

کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ اور نہ ہی ہمارے دِل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ کسی رہبر کامل سے اس کا علاج دریافت کریں۔

کیا یہ مقام حیرت نہیں؟ کیا یہ مقامِ افسوس نہیں؟

اس جہالت و گمراہی کا سب سے بڑا باعث یہ ہے۔ کہ ہم نے اپنی ضروریات کو اس قدر وسیع بنا رکھا ہے۔ اور لذتِ حواس کے اس قدر دِلدادہ ہو گئے ہیں۔ کہ روحانی سرور کی خواہش ہی ہمارے قلوب میں پیدا نہیں ہوتی۔ ہم کانچ کے ٹکڑے کو غلط فہمی سے ہیرا سمجھ لیتے ہیں۔ اور پھر اُسے تمام عمر ہیرا ہی سمجھتے جاتے ہیں۔ حالانکہ وُہ کانچ ہے۔ محض کانچ! جس کی قیمت جوہری (پرماتما) کی نگاہوں میں کچھ بھی نہیں۔

زمانہ قدیم کا غار میں رہنے والا وہ ناتہذیب یافتہ اِنسان۔ کہ جسے اپنی بسر اوقات کے لئے نہ تو ایک عظیم الشان کوٹھی کی ضرورت تھی۔ نہ بیش بہا فرنیچر کی۔ آمد و رفت کے لئے جو موٹر۔ گھوڑا گاڑی کا محتاج نہ تھا جس کی خوراک سادہ اور پاکیزہ تھی۔ یقیناً وہ تہذیب نو کے اس انسان سے کہ جسے یہ تمام اِشیا میسّر ہیں۔ زیادہ خوشحال، مسرور اور ذاتِ حق کے قریب تر تھا۔ اِس لئے کہ اُسے کسی چیز کے کھو جانے کا غم نہ تھا کسی چیز کے حاصل کرنے کی کلپنا اس کے دِل میں پیدا نہ ہوتی تھی۔ اور من کی یہ کلپنا اس کے سکونِ قلب کو متزلزل کرنے کا باعث نہ بنتی تھی۔

غار سے نکل کر جب اُس نے جھونپڑی آباد کی۔ تو بیخود ہو کر پکار اٹھا۔ "یہ میری ہے۔" اب اس کے دِل میں یہ خوف پیدا ہوا۔ کہ کہیں اس پر کوئی

اور قابض نہ ہو جائے۔ کہیں میری غیر حاضری میں کوئی اسے آگ نہ لگا دے۔ اور یہ خوف۔ یہ چنتا، یہ کلپنا من کی شانتی کے لئے گھن ثابت ہونے لگی۔

یوں ہی جوں جوں وہ تہذیب یافتہ ہوتا گیا۔ یعنی دنیادار بنتا گیا۔ عاقبت اس کے ہاتھوں سے چھوٹتی گئی۔ دنیادی ترقی کے پہلو بہ پہلو اس کی روحانی ترقی مخدوش ہوتی گئی۔ جھونپڑی سے مکان بنا۔ مکان کے بعد محل۔ کوٹھی اور بنگلے تعمیر ہوئے۔ آسائش کے نت نئے سامانوں نے دھوم مچائی۔ نفسا نفسی کا شہرہ ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی شانتی۔ سکون اور پاکیزگی بتورا کر بھاگ گئے اور ہر لحظہ موہوم سے شکوک اور ناقابل فہم سی پریشانیاں اس کے گرد حلقہ بگیر رہنے لگیں۔ اور ان عاقبت کے دشمن ہمراہیوں کی موجودگی میں ذات حق کا تصور تک اس کے قلب سے مفقود ہو گیا۔

آتما کو پرماتما کے قریب تر لانے کے لئے ضرورت ہے۔ کہ پھر لوٹ کر اس مقام کو پہنچا جائے۔ کہ جہاں سے اِنسانی تمدن کی اِبتدا ہوئی۔ پھر اسی سادگی اور پاکیزگی کو اپنایا جائے۔ جو سکونِ قلب اور یکسانیت کا پیش خیمہ تھی۔ یہ حقیقت ہے۔ کہ بھاری بھرکم لباس کے نیچے روحانیت دب کر رہ جاتی ہے۔

لیکن اِس سے یہ مراد نہیں۔ کہ ہم اپنی بسر اوقات کیلئے دوسروں کے محتاج ہو جائیں۔ اور آلسیوں کی طرح ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھے رہیں۔ اور اس طرح سادگی حاصل کرتے کرتے محتاجی خرید لیں کیونکہ جو محتاج ہے اُسے شانتی کہاں نصیب ہے؟

"جس کی مانگ بدستور قائم ہے۔ لیکن کرم چھوٹ چکے ہیں۔ اس نے دُنیا سے مُنہ موڑ کر جہنم کا راستہ تلاش کر لیا ہے۔"

پھر خدا کی بنائی ہوئی دُنیا سے نفرت کرنا کفرانِ نعمت نہیں۔ کیا خدا کی خدائی سے معترض ہونا نہیں؟ پھر نفرت بھی کیسی۔ کہ جس سے ظاہرہ نفرت جتلانا۔ اسی کے پھینکے ہوئے نوالوں سے سلسلہ حیات جاری رکھنا۔ اور آپ سوچئے۔ بالفرض اگر ایسے نام نہاد تیاگی کے پیٹ میں کسی دن کھیل تک اُڑ کر نہ پہنچے۔ تو کیا وہ اسی طرح یادِ حق میں مصروف نظر آئے گا۔ اور اگر نہیں تو کیا یہ تیاگ دھوکا نہیں۔ دُنیا کی نگاہوں میں دھول جھونکنا نہیں۔ یا زیادہ صحیح الفاظ میں خود کو فریب دینا نہیں؟

ادھیائے تیسرا۔ شلوک نمبر ۵

"اس سنسار میں انسان ایک لمحہ بھی کرم کئے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔"

شلوک نمبر ۶

"جو شخص کرموں کو تیاگنے کا ڈھونگ بناتا ہے۔ لیکن اس کی خواہش کو دل سے دُور نہیں کر سکتا وہ ریاکار ہے۔

اسی لئے بھگوان کرشن نے ادھیائے چھٹا شلوک نمبر ۱ میں فرمایا ہے۔

"کرم پھل کی آشا کو چھوڑ کر جو شخص کرم کرتا ہے۔ وہی سنیاسی ہے۔ ہون وغیرہ نیموں کو تیاگ دینے والا تیاگی نہیں۔"

روزمرہ کے نیموں کو تیاگ دینا حقیقتاً روحانی ترقی کے ذریعہ کو مسدود کرنا ہے۔ ہون وغیرہ نیموں کو سرانجام دینے سے انسان پوتر تا

اور پاکیزگی کے جذبات سے معمور رہتا ہے۔ اور یہی پوترتا اور پاکیزگی روحانیت کی جان ہیں۔

اس لئے روحانی ترقی کے خواہشمند انسانوں کے لئے فرض ہے۔ کہ وہ سب سے پہلے سادگی اور پاکیزگی کو اپنائیں۔ پھر کرموں کے انجام سے قطع نظر اپنے افعال کو پربھو ارپن کرتے جائیں۔ اس سے یہ مراد نہیں۔ کہ جو نیک کام اُن سے ظہور میں آئیں۔ انہیں اپنی ذات سے منسوب کریں۔ اور جو افعالِ بد اُن سے سرزد ہوں۔ ان کا ذمہ وار بھگوان کو ٹھہرائیں اور یہ کہیں۔ کہ بھگوان کی اِچھیا۔ یا یہ کہ جو کچھ ہو رہا ہے۔ بھگوان کی مرضی سے ہو رہا ہے۔

سب کرموں کو پربھو ارپن کرنے سے مراد یہ ہے۔ کہ ہم اپنے اچھے یا بُرے کرموں کے لئے خود کو فاعل تصور نہ کریں۔ یہ حقیقت ہے۔ کہ ہم بذاتِ خود کچھ بھی کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اور یہ جتنے کرم بھی ہم سے سرزد ہو رہے ہیں۔ وُہ سب پرکرتی کے زیر اثر آلہ حواس سے سرزد ہو رہے ہیں۔ ہماری آتما یعنی رُوح کو ان سے دُور کا بھی تعلق نہیں پھر جو حقیقت ہے اُسے تسلیم کرنے سے ہچکچاہٹ کیسی؟ جب ہم کسی فعل کو کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تو خود کو کرتا یعنی فاعل کیوں تصور کریں۔

دراصل جب تک ہم اس وہم میں مبتلا رہتے ہیں۔ اور افعال کو اپنی ذات سے منسوب کرتے ہیں۔ تب تک دُنیاداری کا یہ دلفریب طلسم ہمیں گمراہ کئے رکھتا ہے۔ لیکن ایک بار یہ جان لینے کے بعد کہ ہماری آتما کو افعال سے دُور

کا بھی لگاؤ نہیں۔ اور کہ وہ کسی حالت میں بھی پرکرتی کی آدھین نہیں ۔ بلکہ پرکرتی اس کے آدھین ہے۔ یہ طلسم یک لخت فناہ ہو جاتا ہے۔

لیکن ایسا پڑھ لینے کے بعد یا ایساسُن لینے کے بعد کیا ہم ایسا کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں ؟

دراصل افعال کے نتائج سے بے نیاز ہونے کے لئے ایک زبردست قوتِ ارادی کی ضرورت ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم سب سے پہلے کرموں کو کرتویہ سمجھ کر کرنا سیکھیں۔ اور پھر رفتہ رفتہ اپنی فاعلیت کو فناہ کرتے ہوئے افعال سے بالاتر ہوتے چلے جائیں۔

زبردست قوتِ ارادی کیونکر پیدا کی جا سکتی ہے۔ اس کے لئے بھگوان کرشن نے "ادھیائے چھٹا" میں ایک دھیان کا ذکر کیا ہے۔ جسے "ناساگر دھیان" کہتے ہیں۔

(مفصلات کیلئے دیکھو ادھیائے چھٹا۔ شلوک نمبر ۲۴ ، ۲۵ ، ۲۶ اور شلوک نمبر ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۲ ، ۱۳ ، ۱۴ و تشریح ادھیائے چھٹا)

ناساگر دھیان کے اس عملی طریقہ سے من میں یکسانیت پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ اور خیالات کی دھاریں یکسو ہو کر ایک مقام یعنی "ناسکا" پر ٹھہرنا شروع ہو جاتی ہیں۔

ان "خیالات کی دھاروں" کو یکسو کر کے ایک جانب مبذول کرنے کا نام ہی "قوتِ ارادی" ہے۔

جب انسان ابھیاس سے اسطرح کچھ ترقی حاصل کر لیتا ہے۔ تو اس کے

لئے دُوسرا زینہ سُرت سادھنا یعنی بھرکٹی دھیان ہے۔ اس دھیان میں نگاہ کو دونوں آنکھوں کے مابین اسجگہ ٹھہرانا پڑتا ہے جہاں سے ناک کا بانسہ شروع ہوتا ہے۔ کھٹ چکر کے مطابق اس مقام ارفع پر پرماتما کا قیام ہے۔

کھٹ چکر کیا ہیں۔ ان کی تشریح قابلِ غور ہے۔

۱- ہر دو چشم کے درمیان۔ سُرت یعنی رُوح کا ٹھہراؤ ہے۔ اور یوگ شاستر کے مطابق پرماتما کا مقام ہے۔

۲- مقام کنٹھ۔ اس جگہ سے سُن یعنی خواب کی رچنا ہوتی ہے۔ اور یہ آتما کا مقام کہا گیا ہے۔

۳- ہردہ۔ یہ مقام مہادیو کا باسنا کہا گیا ہے۔ اسے پنڈی من کا استھان بھی کہتے ہیں۔ اور یہی فنا کرنے والی طاقت کا مقام ہے۔ سکھ دُکھ کا اثر اسی مقام سے شروع ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا تینوں چکر ملکوتی کہلاتے ہیں۔

۴- نابھی۔ یہ مقام پرورش کی طاقت کا مخزن ہے۔ اور وشنو کا اِستھان ہے یہی اِستھول تپون کا خزانہ ہے۔

۵- اِندری۔ جس سے استھول شریر کی پیدائش ہے۔ یہ پیدائش کے دیوتا برہما کا اِستھان ہے۔

۶- گدا۔ جو پرانوں کو کھینچ کر ٹانگوں کو طاقت بخشتا ہے۔ یہ گنیش کا اِستھان ہے۔ اور یہی چہار دل کنول ہے۔

یہ تینوں چکر عالم ناسوت میں داخل ہیں۔

اس لئے انسان کو لازم ہے۔ کہ نگاہ کو بھوؤں کے درمیان ٹھہرا کر پران اور اپان وایو کو یکساں کرے یعنی سانس کی رفتار میں یکسانیت پیدا کرے۔

جیسے جل میں کنول نرالم مرغابی نشانا
سرت شبد بھو ساگر تریئے نانک نام بکھانا

گورو نانک یوجی

یہاں ایک اہم راز کا انکشاف ضروری ہے۔

پران وایو کے ذریعہ جو ہوا ہم اندر کھینچتے ہیں۔ اور اپان وایو کے ذریعہ جسے باہر چھوڑتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ پیہم ایک صدا بلند ہو رہی ہے وہ صدا جو اپنے اندر ایک اہم روحانی پیغام رکھتی ہے۔ اور جسے سمجھ لینے کے بعد پھر منہ سے کسی دیگر شبد کی ارادھنا کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ وہ شبد جو خود بخود سانس کی ندا کے ساتھ ساتھ اُٹھ رہا ہے۔ وہ مالا جو خود بخود پھر رہی ہے۔ وہ جاپ جو خود بخود جپا جا رہا ہے۔ ایک اہم روحانی راز ہے۔

سانس سے جو ہوا ہم اندر کھینچتے ہیں۔ اس کے ساتھ "سو" اور جو ہوا ہم باہر چھوڑتے ہیں۔ اس کے ساتھ "ہنگ" کی صدا پیدا ہوتی ہے یعنی ہمارے تارِ نفس سے ایک ایک سانس کے ساتھ "سوہنگ" "سوہنگ" کی صدا بلند ہو رہی ہے۔

یہی "سوہنگ" شبد وہ انمول شبد ہے۔ جسے سب مہرشیوں اور حق شناس بزرگوں نے بالاتفاق سب سے اُتم شبد قرار دیا ہے۔ اور جو ہر سانس کے ساتھ خود بخود الاپا جا رہا ہے۔

یجروید کے مطابق ہم دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں ۲۱،۶۰۰ سانس لیتے ہیں یعنی ہم اپنی لاعلمی کے باعث ۲۱،۶۰۰ سانس ہر روز بلا وجہ ضائع کر رہے ہیں۔ کیا یہ مقامِ تاسف نہیں؟

بھجن کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں۔ ہر وہ لمحہ جو یادِ الٰہی میں صرف کیا جا سکے بہترین لمحہ کہلا سکتا ہے۔ بقول کبیر صاحب

"بھجن کی ہر دم شُبھ گھڑی

جواب رہیگی سو نہیں کل کو پل چھن جات ٹری
بھجنا ہے تو بھج من مُورکھ پھر نہ ملے یہ گھڑی
بن دانہ بن گُن کی مالا۔ کر سے نہ پکڑی
بن رسنا ہی ادھر ڈولائے، سمرن سانس جھڑی
تن تکیہ درڑھ آسن کر کے من کی ڈھیر دھری
اجپا جاپ لاؤ دُھن اندر دیپک دیکھ پڑی
ترکُٹی مدھیہ برے جہاں دیپک نرمل جوت کری
جہاں دیو دُوہ دیپک بار دبدھ یا جتن کری
وا دیپک جگ جیون سمرن بات جگت بسری
کہت کبیر سنو بھائی سادھو بندن چرن پڑی

کبیر صاحب

---

یہاں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ "سوہنگ" شبد کے معانی بھی درج کر دیئے جائیں۔

"سو" سے "پرماتما" مراد لی گئی ہے۔ اور "ہنگ" کے معنی ہیں "میں" مراد یہ کہ میں پرماتما ہوں۔ یا زیادہ سادھارن الفاظ میں آتما ہی پرماتما ہے یا یوں کہہ لیجئے۔ کہ آتما اور پرماتما میں کوئی بھید نہیں۔

سرت سادھنا کا یہ عملی طریق دیگر سب سادھنوں سے اُتم کہا گیا ہے۔ اس سادھن کی تعریف میں کبیر صاحب کہتے ہیں:۔

سرت بساؤ شبد میں شبد گگن کے ماہیں
برھ بساؤ برہما میں، برہما نرکٹی ماہیں
سرت شبد ایک رنگ کر دیکھو کل بہار
مدھ سکھمناں تل بسے تل میں جوت اپار

——— "کبیر صاحب"

مہاتما چرنداس جی نے بھی اس راز کو ان الفاظ میں آشکارا کیا ہے۔

سوانسا سے سوہنگ بھیا، سوہنگ سے اونکار
اوم سے ررّا بھیو سادھو کرو بچار
سادھو کرو بچار۔ الٹ اپنے گھر آؤ
گھٹ گھٹ برہم انوپ سمٹکر تہاں سماؤ

——— مہاتما چرنداس جی

یعنی سوانس سے جو سوکھشم صدا سوہنگ پیدا ہوتی ہے۔ اس سے اونکار (اونگ) یعنی اوم کا لفظ اخذ کیا گیا ہے۔ اس لفظ اوم سے استھول صورت میں آتے ہوئے رام (ررّا) کی صدا پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اس

سوکھشم سے سوکھشم شدھ برہم تک پہنچنے کے لئے لازم ہے کہ پھر اُلٹ کر ابتدا کی جانب رجوع کریں یعنی سوہنگ شبد کا جاپ کریں۔ اس شبد کا اچارن کریں کہ جس کے لئے نہ تو زبان ہلانے کی ضرورت ہے۔ اور نہ مالا ہاتھ میں لینے کی۔ ہے

مالا تو کر میں پھرے، جیبھ پھرے مُکھ ماہیں
منوا تو دُہ دس پھرے، یہ تو سمرن ناہیں

یعنی یہ ظاہرداری کی چیزیں۔ یہ مالا اور تسبیحیں۔ اگر ضروری بھی ہیں تو صرف اس حد تک۔ کہ ان کی موجودگی سے انسان اس مالا کے منکوں کے پھیرنے کی جانب رجوع کرے۔ جو خود بخود پھر رہے ہیں۔ یہ اُونچے اور رفعت پسند مندر دل کے سنکھ اور گھڑیال تو صرف اس صدا کو ظاہر کرنے کے لئے ہیں۔ جو خود بخود قلب انسانی سے اٹھ رہی ہے۔

مندر تو وہی جا دلیش میں تو باس کیے یا سے نہ اُتم اور دوسر اٹھکانا ہے
آسن تو وہی جو اکھڑے نہ تین کال سوت جاگت سپن میں جوں کا توں جمانا ہے
مالا تو وہی جو گپت پھرے آپ ہی آپ کاٹھ سوت پھیرنے کا جھگڑا من مانا ہے
دیو تو وہی جا کو کہے آتم دیو سُرتی نے بھی پرم دیو یا ہی کو بکھانا ہے

سانس کی آمدورفت میں یکسانیت پیدا کرنا اور نگاہوں کو بھوؤں کے درمیان قائم کرنا گو ابتدا میں نہایت کٹھن معلوم ہوگا۔ اور اس کیلئے انتہائی کوشش اور توجہ کی ضرورت محسوس ہوگی۔ لیکن مشکلات کو عبور کرنے سے ہی راحت ابدی حاصل ہُوا کرتی ہے۔ پھر کبیر صاحب نے تو یہاں تک

فرمایا ہے۔ کہ :۔

یوگی بابدھ من کو لگاوے
جیسے نٹنی چڑھے بانس پر نٹوا ڈھول بجاوے
سارا بوجھ سادھ سر اوپر سُرت بانس سے لاوے
جیسے سکھی جات پنگھٹ پر، سر دھر گاگر لاوے
سکھیاں سنگ سُرت گاگر میں اور چت نہیں جاوے
جیسے لوہار کوٹت لوہے کو آہرن پھونک لگاوے
ایسی چوٹ لگی من اندر، مایا ہن نہ پاوے
جوگ جُگت سے آسن مارے اُلٹ پون چلاوے
کشٹ تکلیف سبھی سہارے، نظر سے نظر ملاوے
جیسے مکڑی تار اپنا اُلٹ سُلٹ چلاوے
کہیں کبیر سنو بھائی سادھو، واہی میں الٹ سماوے

کبیر صاحب

---

یہاں میں ایک بار پھر یہ تحریر کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں۔ کہ یوگ کے ابتدائی مراحل کو عبور کرنے کے لئے ایک رہبرِ کامل کی موجودگی اشد ضروری ہے۔ وہ رہبرِ کامل کیسا ہو۔ گورو نانک دیو جی اس کی تشریح اِن الفاظ میں کرتے ہیں :۔

گھٹ میں گھٹ دکھلائی دے سو سنگورو پرکھ سجان
پانچ شبد دھن کار دھن باجے شبد نشان

دیپ لوے پاتال تہاں، کھنڈ منڈل حیران
تار گھور جا جنتر اجا ہیں، سچا تخت سُلطان
سکھمن کے گھر راگ سُن، سن منڈل لو لائے
اکتھ کتھا بچار لیے، منسا من میں ہی سمائے
اشٹ کنول امرت بھر یا یہ من کبھوں نہ جائے
اجپا جاپ نہ بیسرے، آد جگا دسماہے
سب سکھیاں پانچوں میں گورمکھ نج گھر باس
شبد کھوج یہ گھر لہے، نانک تا کا داس

گورو نانک دیو

مہاتما پرم ہنس جی نے سرت سادھنا کا ایک اور عملی طریق بیان فرمایا ہے جسے ہم شاغل لوگوں کی بہبودی کے لئے ذیل میں درج کرتا ہوں۔ دراصل یہ طریق ناساگر دھیان اور بھرکٹی دھیان کا مجموعہ ہے۔

اس طریق کے مطابق شاغل کو چاہیئے کہ وہ کسی پاک استھان پر بے ڈول آسن جما کر ٹھوڑی کو کنٹھ سے ملا دے۔ اور نگاہ کو ناسکا یعنی ناک کے اگلے حصہ پر جما دے پھر جوں جوں اس امر میں مہارت ہوتی جاوے۔ نگاہ کو بتدریج اوپر لے جاتا ہوا بھووں کے درمیان لے آئے۔ حتےٰ کہ آنکھ کی پتلیاں اُلٹ جائیں۔ اور باطن کی روشنی آشکارا ہو جائے۔ تب وہ ایک ایسے روحانی نور سے لطف اندوز ہوگا جس کی روشنی کے آگے لاتعداد آفتابوں کی روشنی ماند نظر آئے گی۔

شغل کے دیگر اہم طریقوں میں سے جو قابلِ ذکر ہیں۔ اور جنہیں مختلف مہاتماؤں نے اپنا کر درجہ فضیلت عطا فرمایا ہے۔ ان کا مختصراً ذکر بھی یہاں کر دیا جانا ضروری محسوس ہوتا ہے۔ دراصل یہ سب ایک ہی زینہ کی مختلف سیڑھیاں ہیں۔

انہد شبد:۔

نین بند لگائے کے انہد سُنے ٹنکور
نانک سُن سمادھ میں نہیں سانجھ نہیں بھور

گورو نانک دیو

---

انہد کے لفظی معنی ہیں۔ جس کی کوئی اِنتہا نہ ہو۔ اور شبد بمعنی آواز کے ہے یعنی اس شغل کے ذریعہ شاغل میں ان لاانتہا صداؤں کے سُننے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو خود بخود انسانی جسم کے اندر پیدا ہو رہی ہیں۔ یہ صدائیں کیونکر سُنی جا سکتی ہیں۔ اس کے لئے مہاتما پرم ہنس جی مہاراج نے مندرجہ ذیل طریق سے ابھیاس کرنے کی ہدائیت کی ہے۔

شاغل کو چاہیئے کہ ایکانت میں کسی پاک وصاف جگہ پر آسن جما کر آنکھ و لب بند کر کے دونوں کانوں کو ہاتھ کے انگوٹھوں سے اچھی طرح بند کر لے۔ اور دھیان کو دائیں کان کی جانب لگائے۔ ایسا کرنے سے کچھ عرصہ تو مخلوط سی آوازیں سنائی دیں گی۔ لیکن ذال بعد ابھیاس سے یہ آوازیں صاف اور واضح طور پر سُنائی دینی شروع ہو جائیں گی۔

یہ صدائیں دس قسم کی بیان کی گئی ہیں۔ جن کی تفصیل

ذیل میں دی گئی ہے۔

| | | |
|---|---|---|
| ۱۔ | چڑیا کی بولی کا شبد سہس دل کنول سے نیچے پیدا ہوتا ہے۔ | جب بھن بھن کی صدائیں بند ہو کر صاف اور واضح صدائیں آنی شروع ہوتی ہیں۔ تو سب سے پہلے چڑیا کی بولی کا شبد سنائی دیتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ باغ میں صبح کے وقت بے شمار چڑیاں چہچہا رہی ہیں۔ اس کے سننے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ |
| ۲۔ | جھینگر کا شبد سہس دل کنول سے نیچے سنائی دیتا ہے۔ | یہ صدا "دم چن چن جھنگا" کی مانند ہوتی ہے۔ اور اس کے سننے سے سرور پیدا ہوتا ہے۔ |
| ۳۔ | گھنٹہ کا شبد سہس دل کنول سے سنائی دیتا ہے۔ | جھینگر کی صدا کے بعد گھنٹہ کا شبد سنائی دیتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ دور کسی مندر میں بھگوان کرشن کی آرتی اتاری جا رہی ہے۔ اور گھڑیال بج رہا ہے۔ اس سے پریم بڑھتا ہے۔ |
| ۴۔ | سنکھ کا شبد سہس دل کنول سے سنائی دیتا ہے۔ | گھنٹہ کے شبد کے عین بعد سنکھ کی گونج سنائی دیتی ہے۔ اور ساتھ ہی مغز سے خوشبو آنی شروع ہوتی ہے۔ یہ بھینی بھینی خوشبو ایک نشہ کی سی کیفیت رکھتی ہے۔ |
| ۵۔ | ستار کا شبد | سنکھ کی گونج کے بعد ستار کا شبد سنائی دیتا ہے |

| | | |
|---|---|---|
| | نر کٹی سے سنائی دیتا ہے۔ | اور ساتھ ہی ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ دماغ سے امرت رس یعنی آبحیات ٹپک رہا ہے۔ اِسکے سُننے سے اِنسان رس محسوس کرتا ہے۔ |
| ۶۔ | **نال شبد** دسویں دوار سے سنائی دیتا ہے۔ | اس کے سُننے سے امرت رس حلق میں ٹپکتا ہے۔ اور اِنسان لاانتہا سرور محسوس کرتا ہے۔ |
| ۷۔ | **بنسری کا شبد** دسویں دوار سے پیدا ہوتا ہے۔ | جب شاغل اس منزل پہ پہنچتا ہے۔ تو اُس پر کائنات کے راز آشکارا ہو جاتے ہیں۔ ایسے مہا آتما انتر یامی ہوتے ہیں۔ اور پوشیدہ رازوں کو بتلا دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں بھگوان کرشن کی جس صدائے بنسری پہ سکھیاں موہت تھیں وہ یہی صدا تھی۔ جیسے بھگوان کرشن لکڑی کی بانسری میں پھونک دیتے تھے۔ یہ روحانی رمزیں صرف طالب ہی پر آشکارا ہوتی ہیں۔ غیر معتقد تو بھگوان کرشن کی خاکِ پا کو پا لینے کی صلاحیت بھی نہیں پا سکتے ۔ |
| ۸ | **مردنگ کا شبد** بھنور گپھا سے سنائی دیتا ہے۔ | اس شبد کے سُننے والا ہر دم دھیان میں مگن رہتا ہے۔ اور اِنتہائی سرور حاصل کرتا ہے۔ یہ شبد اُسے ہر وقت کانوں کو بند کئے بغیر بھی سنائی دیتا ہے |

| ۹ | نفیری کا شبد ست لوک سے سنائی دیتا ہے۔ | اس شبد کے سُننے والے کو دیوتاؤں کی سی قدرت حاصل ہوتی ہے۔ اس کا جسم ہلکا پھلکا اور لطیف ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ چاہے فضا میں مثل پرند پرواز کر سکتا ہے۔ وہ چاہے تو سب کی نظروں سے پوشیدہ ہو سکتا ہے۔ |
|---|---|---|
| ۱۰۔ | بادل کی گرج کا شبد | یہ انسانی ادراک کی انتہا ہے۔ اور اس کو سُننے والا اصل میں وصل ہو چکا ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد جنم مرن کا سِلسلہ ہمیشہ کے لئے فناہ ہو جاتا ہے۔ |

مہاتما چرنداس فرماتے ہیں:۔

یوگ جگت کی کھینچ لے سرت نرت کر چین
دس پرکار انہد بجے ہوئے جہاں لولین

## سُن سماودھ

اِس شغل میں انگوٹھے اور اُسکے ساتھ کی انگلی سے دونوں آنکھوں کو بند کر کے قدرے اُوپر کی جانب دبا دیا جاتا ہے۔ اور دھیان ترکٹی پر جانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ شروع میں تو نگاہوں کے سامنے گھُپ

اندھیرا چھا جاتا ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ اِس اندھیرے سے سپیدۂ صبح نمودار ہوتی ہے۔ اور زاں بعد وہ وہ نظارے دکھائی دیتے ہیں۔ کہ اِنسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ایسے ایسے لعل و نیلم جگمگاتے دکھائی دیتے ہیں۔ اور اتنے اتنے تابناک آفتاب طلوع ہوتے ہیں کہ نگاہیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔ ان دِلکش اور نوری نظاروں کی تفصیل بے سود ہے۔ اور ان کی صحیح تعریف ناممکن۔ یوں کہئے:۔

کہ گدا۔ انین۔ نین۔ بن پانی
سُندر چھب نہ جائے بکھانی

یعنی زبان کی آنکھ نہیں۔ اور آنکھ کی زبان نہیں۔ مراد یہ کہ اس نوری نور کی صحیح جمالی کیفیت بیان سے باہر ہے۔ اِسے اِنسان محسوس کر سکتا ہے۔ بیان نہیں کر سکتا۔

مہاواک

# اوم

**بیج منتر:**- تو ان کے لئے پریشان ہے جن کے لئے تجھے پریشان نہ ہونا چاہیئے۔ اور پھر عقلمندوں کی سی باتیں کرتا ہے۔

(ادھیائے دوسرا۔ منتر ۱۱ (پہلا نصف))

جس طرح بیج میں درخت پوشیدہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اس منتر میں معرفت کے سب راز پوشیدہ ہیں۔ جب تک انسان فریب میں مبتلا ہے۔ اور فریب کو اصلیت سمجھتا ہے۔ اس کے لئے ترقی ناممکن ہے۔ لیکن فریب کو فریب سمجھتے ہی اس کے لئے ترقی کی شاہراہ کھل جاتی ہے۔

---

**شکتی منتر:**- "تو سب عقیدوں کو چھوڑ کر میری شرن میں آ۔"

(ادھیائے اٹھارھواں منتر ۶۶ (پہلا نصف))

جب انسان اپنی فاعلیت کو فنا کر کے بھگوان کی شرن میں آتا ہے۔ تو اس کے سب خوف وہراس یک لخت مفقود ہو جاتے ہیں۔ اور وہ اپنے اندر ایک بے پناہ شکتی محسوس کرتا ہے۔ اسلئے اس کو شکتی منتر کہا گیا ہے۔

---

**کیلک منتر:**- "میں تجھے سب گناہوں سے نجات دلاؤں گا۔"

یہ منتر معرفت کا راز ہے۔ مراد یہ کہ جب انسان اپنی اصلیت سے آگاہ ہو کر بھگوان کی شرن میں آئے گا۔ تو بھگوان اُسے جنم مرن کے بندھن سے آزاد کر دیں گے۔ اور وہ نجات پائے گا۔

# کرنیاس کے چھ منتر

| | | |
|---|---|---|
| ادھیائے دوسرا منتر ۲۳ | ۱۔ روح پر نہ تو ہتھیار اثر کر سکتے ہیں۔ نہ آگ جلا سکتی ہے۔ | انگوٹھے سے نمسکار |
| | ۲۔ نہ اس کو پانی گلا سکتا ہے۔ اور نہ ہی ہوا خشک کر سکتی ہے۔ | سبابہ یعنی انگوٹھے کیساتھ والی انگلی سے نمسکار |
| ادھیائے دوسرا منتر ۲۴ | ۳۔ روح نہ کٹ سکتی ہے۔ نہ جل سکتی ہے اور نہ ہی خشک ہو سکتی ہے۔ | وسطی یعنی درمیانی انگلی سے نمسکار |
| | ۴۔ یہ روح دائم۔ محیط کل۔ قائم اور قدیم ہے۔ | بنصر یعنی چھنگلی کیساتھ والی انگلی سے نمسکار |
| ادھیائے گیارہ منتر ۵ | ۵۔ اے ارجن! میرے اس سروپ کو دیکھ جو سینکڑوں کیا ہزاروں | خنصر یعنی چھنگلی سے نمسکار۔ |
| | ۶ اقسام کے حیرت انگیز مختلف رنگا رنگ کے جلوؤں کا حامل ہے۔ | دونوں ہاتھ جوڑ کر نمسکار |

یہ منتر روزانہ ابھیاس کے لئے ہیں
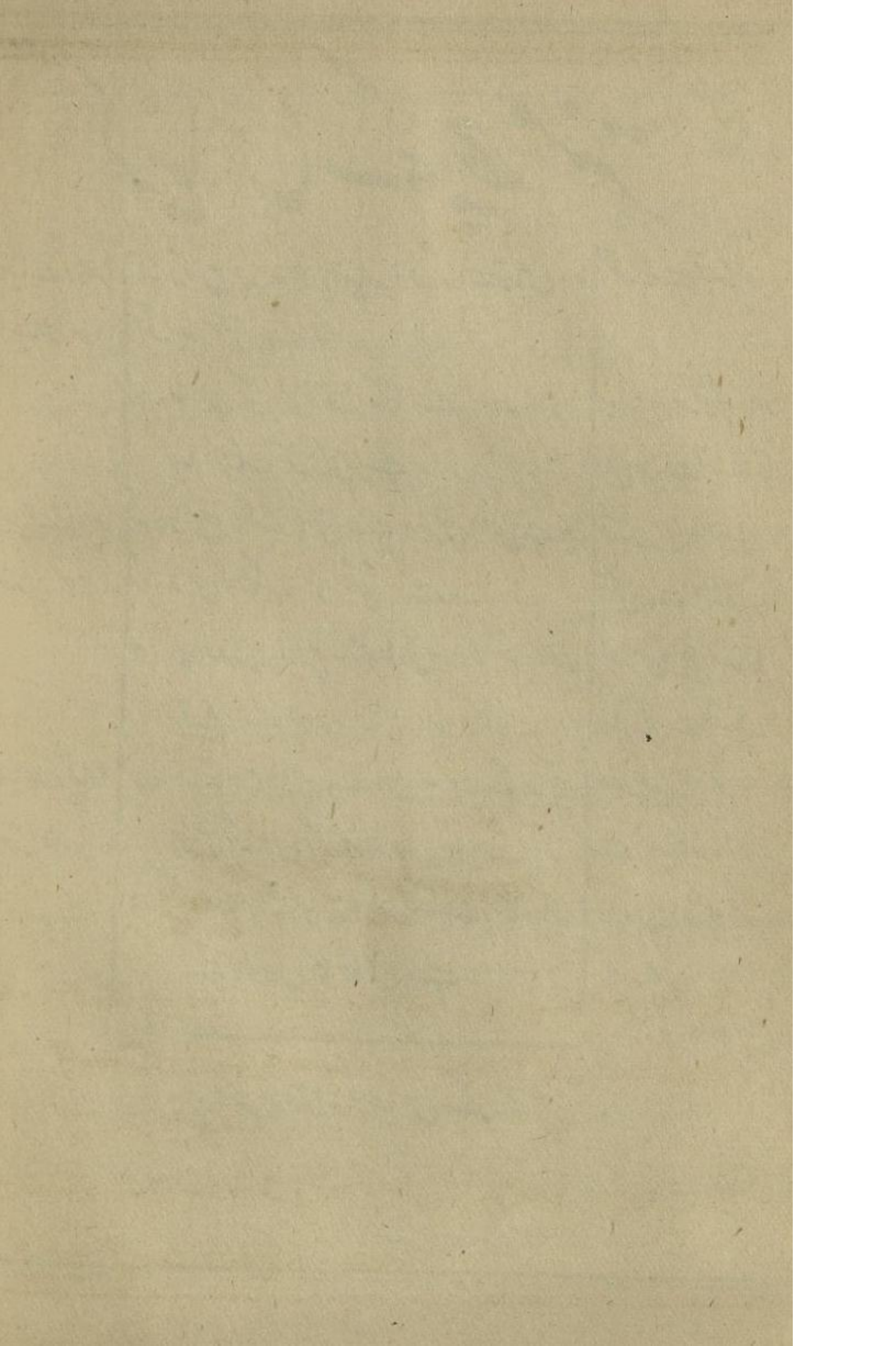
# پہلا ادھیائے

۱۔ دھرت راشٹر نے سوال کیا۔ اے سنجے۔ کورو میرے بیٹوں، اور پانڈو میرے بھتیجوں نے جنگ کے ارادہ سے دھرم بھومی کورو کشیتر میں جمع ہو کر کیا کیا۔

۲۔ سنجے نے جواب دیا۔ کہ پانڈو کی فوج کو آراستہ دیکھ کر راجہ دریودھن نے درونا چاریہ سے کہا۔

۳ - اے اچاریہ جی! پانڈو کے اس لشکرِ عظیم پر نگاہ ڈالئے جسے آپ کے
لائق شاگرد - راجہ درو پد کے بیٹے دھرشٹ دیومن نے آراستہ کیا ہے۔
۴ - پانڈو کے اس لشکر میں بھیم اور ارجن کے ہمپایہ جو جو دلاور اور
تیر انداز ہیں - ان میں یویودھان - دیراٹ - مہارتھی دروپد -
۵ - دھرشٹ کیتو - چیکتان - زبردست کاشی نریش پورجت - کنتی بھوج -
شیوی سر چنے ہوئے دلاور
۶ - دلیر یودھامنیو - بہادر اُتم اوجا - سوبھدرا کا بیٹا ابھمنیو - اور دروپدی
کے پانچوں بیٹے قابلِ ذکر ہیں - یہ سب مہارتھی ہیں -
۷ - اے برہمنوں کے سرتاج! اب اُن کے نام سُنئے - کہ جن کو میری فوج
میں سرداری حاصل ہے -
۸ - آپ - بھیشم پتامہ - کرن - کرپاچاریہ - اشوستھامان وکرن بھوری شردا -
وسومدت کا بیٹا جیدرتھ -
۹ - ان کے علاوہ اور بہت سے ایسے ماہرِ جنگ شور بیر ہیں - جو میرے
لئے مرنے مارنے کے لئے تیار ہیں -
۱۰ - ہماری فوج بھیشم پتامہ کے زیرِ سایہ بہت زبردست دکھائی دیتی ہے -
لیکن پانڈو کی فوج بھیم سین کے زیرِ حکم کمزور -
۱۱ - اب آپ سب کا فرض ہے کہ اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ بھیشم جی
کی امداد کے لئے تیار رہیں -
۱۲ - دریودھن کو پُرجوش دیکھ کر کوروں کے بزرگ تیجسوی بھیشم پتامہ نے

اس کا حوصلہ بڑھانے کے لئے زور شور سے شیر کی سی بلند آواز رکھنے والا سنکھ بجایا۔

۱۳۔ تب چاروں طرف سے سنکھ۔ نقارہ۔ گئو مکھ۔ ڈھول اور بگل کی آوازیں آنے لگیں۔ جن سے بہت شور و غل برپا ہوا۔

۱۴۔ اس کے بعد سفید گھوڑوں کے رتھ پر سوار سری کرشن جی اور ارجن نے اپنے اپنے مشہور شنکھ بجائے۔

۱۵ سری کرشن جی نے پانچ جنیہ۔ ارجن نے دیودت۔ اور مشکل کام کرنے والے بھیم نے پونڈر مہا سنکھ بجایا۔

۱۶۔ کنتی کے بیٹے راجہ یدھشٹر نے اننت بجے۔ نکل نے سگھوش۔ اور سہدیو نے منی پشپک نامی سنکھ بجائے۔

۱۷۔ تیر کے دھنی کاشی نریش۔ مہارتھی سکھنڈی۔ دھرشٹ دیومن۔ وراٹ اور دشمنوں پر فتح پانے والے ساتکی جی۔

۱۸۔ راجہ دروپد۔ دروپدی کے پانچوں بیٹوں۔ اور سبھدرا کے بیٹے ابھمینو۔ نے بھی زور شور سے اپنے سنکھ بجائے۔

۱۹۔ اور یہ شور و غل دھرت راشٹر کے بیٹوں کا سینہ چاک کرتا ہوا زمین سے آسمان تک گونج اٹھا۔

۲۰۔ اس وقت کوروں کی فوج میں ابتری دیکھ کر ارجن نے

۲۱۔ بھگوان کرشن سے یہ الفاظ کہے۔ کہ ہے اچیوتی! آپ میرے رتھ کو دونوں فوجوں کے بیچوں بیچ کھڑا کر دیں ؛

۲۲۔ تاکہ میں یہ جان سکوں کہ اس لڑائی میں مجھے کن کن یودھاؤں سے مقابلہ کرنا ہے۔

۲۳۔ وہ یودھا کہ جو اس لڑائی میں عقل کے دشمن دریودھن کے مددگار بن کر آئے ہیں۔

۲۴۔ سنجے نے کہا۔ اے دھرت راشٹر۔ جب ارجن نے بھگوان کرشن کو اتنا کہا۔ تب انہوں نے اس کے خوبصورت رتھ کو ہانک کر دونوں لشکروں کے درمیان پہنچا دیا۔ اور

۲۵۔ بھیشم۔ درونا چاریہ و دیگر سب راجاؤں کو دکھلاتے ہوئے کہا۔ کہ اے ارجن! تو ان کوروؤں کے مددگاروں کو اچھی طرح سے دیکھ لے۔

۲۶۔ جس وقت ارجن نے باپ۔ دادا۔ گورو۔ ماموں۔ بھائی۔ بیٹے۔ پوتے۔ مِتر۔

۲۷۔ خسرو و دیگر عزیزوں کو میدانِ جنگ میں کھڑا دیکھا۔ تو ان سب رشتہ داروں کو دیکھتے ہی۔

۲۸۔ اس کا دل غم سے بیکل ہو اٹھا۔ اور بھگوان کرشن سے یوں کہنے لگا کہ ان اقربا کو جو مرنے مارنے کے لئے تیار کھڑے ہیں دیکھکر۔

۲۹۔ میرا عضو عضو سست ہوتا جا رہا ہے۔ مُنہ خشک ہو گیا ہے۔ جسم کپکپا رہا ہے۔ اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔

۳۰۔ گانڈیو دھنش ہاتھ سے گِرا جا رہا ہے۔ دِل بیقرار ہو رہا ہے۔

اور مجھ سے کھڑا تک نہیں رہا جاتا۔

۳۱۔ اے کرشن مجھے آثار اچھے نظر نہیں آتے۔ اور نہ ہی مجھے اپنوں کو مارنے میں کچھ بہتری دکھائی دیتی ہے۔

۳۲۔ مجھے ایسی فتح سے حاصل کئے ہوئے راج کے مزے لوٹنا گوارا نہیں۔ میری نگاہوں میں یہ سب اشیاء ہیچ ہیں۔

۳۳۔ جن عزیزوں کی خاطر ہم سلطنت اور دنیاوی عیش و عشرت کے طلبگار ہیں وہ سب تو جان اور مال سے ہاتھ دھو کر میدانِ جنگ میں کھڑے ہیں۔

۳۴۔ گورو۔ باپ۔ بیٹے۔ دادا۔ ماموں۔ خسر۔ پوتے۔ سالے و دیگر سبھی رشتہ دار یہاں موجود ہیں۔

۳۵۔ مَیں تو روئے زمین کیا تینوں لوکی کی بادشاہت کے لئے بھی اُنہیں مارنا پسند نہ کروں گا۔ چاہے وُہ مجھے قتل ہی کر ڈالیں۔

۳۶۔ دھرت راشٹر کے بیٹوں کو مار کر ہمیں سوائے پاپ کے اور کچھ حاصل نہ ہو گا۔ مانا کہ وہ حد درجہ نالائق ہیں۔

۳۷۔ اپنے بھائی بندوں کا خون بہانے سے ہمیں خوشی حاصل نہیں ہو سکتی۔

۳۸۔ طمع نے اُن کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے۔ اور انہیں نیک و بد سوجھائی نہیں دیتا۔ نہ ہی اُنہیں خاندان کی تباہی کے کلنک کا خیال ہے۔

۳۹ - لیکن اے کرشن! ہم خاندان کی تباہی کے گناہ کو سمجھتے ہوئے
کیوں نہ اس سے بچنے کی کوشش کریں۔
۴۰ - خاندان کی تباہی سے نیک افعال کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔
اور نیک افعال کے خاتمہ سے ادھرم پھیل جاتا ہے۔
۴۱ - ادھرم پھیلنے سے خاندان کی عورتوں میں بدافعالی شروع ہو جاتی
ہے۔ اور یہ بدافعالی ناجائز اولاد کے پیدا ہونے کا موجب بنتی ہے۔
۴۲ - ناجائز اولاد کے ہاتھوں دیا ہوا پنڈ مرحوم بزرگوں تک نہیں پہنچتا
اُسطرف خاندان کو تباہ کرنے والے بھی نرک میں جاتے ہیں۔
۴۳ - کیونکہ ان ہی کے اس گناہ کے باعث وہ ناجائز اولاد پیدا ہوئی
جس سے دھرم کا ستیاناس ہوا۔
۴۴ - اے جناردھن میں نے سُنا ہے۔ کہ جن لوگوں کے خاندان سے
دھرم کرم اُٹھ جاتا ہے ان کا سوائے نرک کے کہیں ٹھکانا نہیں ہوتا۔
۴۵ - مقامِ افسوس ہے کہ ہم راج اور عیش و عشرت کی خاطر اپنے ہی
عزیزوں کا گلا کاٹنے کو تیار ہو رہے ہیں۔
۴۶ - اگر مجھ بے ہتھیار اور لڑائی سے منہ موڑے ہوئے کو دھرت راشٹر کی
ہتھیار بند اولاد قتل بھی کر دے تو یہ بھی میرے لئے اچھا ہی ہوگا۔
۴۷ - اتنا کہنے کے بعد ارجن نے دھنش ہاتھ سے رکھ دیا۔ اور پریشان ہو کر
وہیں رتھ میں بیٹھ گیا۔

ارجن وشادنامی پہلا ادھیائے سمپورنم

# تشریح

## ادھیائے پہلا

قربانی اور نیکی کا خیال دِل میں جاگزیں ہوتے ہی اِنسان دنیاوی موہ کے پُر فریب جال میں پھنس جاتا ہے۔ اور جتنا وہ اِن دنیاوی بندھنوں کو کاٹنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ جال اس کے گرد اُتنا ہی پُر پیچ اور مضبوط ہوتا جاتا ہے۔ من کی شانتی اور عاقبت کی بہتری کے لیے جب انسان دنیاوی بندھنوں کو کاٹنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو اس وقت سنسار کی رنگینیاں اپنی دِلفریب رعنائیوں کے ساتھ اس کے گرد حلقہ بگیر ہو جاتی ہیں۔ بیوی بچوں کا خیال۔ ان کے سُکھ دُکھ کی چنتا۔ اس حرص اور خواہشات سے لبریز دنیا میں اِنسان کا دامن تھامے رہتی ہے۔ اس وقت یہ خیال کے میرے بعد میرے بچوں کا کیا ہو گا۔ اِنسان کے پاؤں

میں ایک بھاری زنجیر ڈال دیتا ہے۔ دُنیاداری اور بھگتی کی اس باہمی جنگ میں اکثر انسان مایا کے سہاونے نظاروں میں کھو جاتے ہیں۔ اور اس طرح ان کی ذاتی ترقی مخدوش ہو جاتی ہے۔ اس وقت اُنہیں یہ خیال نہیں ہوتا۔ کہ آج جس دُنیا کو وہ اپنا خیال کر رہے ہیں۔ جن بیوی بچوں کی خاطر وہ بھگتی اور گیان سے منحرف ہو رہے ہیں۔ ممکن ہے کل ہی اُن کا ساتھ چھوٹ جائے۔ اور اُنہیں اس دُنیا کو اس سے زیادہ نا امیدی کے ساتھ وداع کہنا پڑے۔

پھر جو چیز فانی ہے اس کی الفت کیسی۔ جو کام اوشیہ ہونا ہے اس کی سوچ کیسی۔ جن دنیاوی زنجیروں کا ٹوٹنا لازمی ہے۔ ان کے لئے گھبرانا کیسا؟

زندگی میں اپنی خوشی سے جو کام ہو سکتا ہے۔ وہ مرتے وقت انتہائی خوف اور دہشت کے ساتھ مجبوراً سر انجام دینا۔ کیا انتہائی موڑھتا اور جہالت نہیں۔ پھر طرفہ یہ کہ زندگی میں ان زنجیروں کو کاٹ دینے سے من میں گیان کا پرکاش ہو جاتا ہے۔ پربھو سمرن سے دُکھ اور موت کا بھے دل سے اُڑ جاتا ہے۔ اور انتم سمے انسان سُکھ اور شانتی کے ساتھ اس سنسار کو تیاگ سکتا ہے۔ لیکن سنسار میں اُلجھے رہنے سے سنسار کی ابھلاشا مرتے دم تک انسان کا ساتھ نہیں چھوڑتی۔ اور مرنے کے بعد بھی وہ خواہشات کے زیر اثر جنم مرن کے چکر میں پھنس جاتا ہے۔ اور اسی طرح سے یہ آواگون کا چکر چلتا رہتا ہے۔

یہی حالت ارجن کی تھی۔ جب وہ فرض کی ادائیگی کے لئے میدان جنگ میں پہنچا۔ تو اپنے ہی رشتہ داروں کو ہر چہار جانب لڑائی کیلئے تیار دیکھ کر دنیاوی موہ میں پھنس گیا۔ اس سنسار کے مایا موہ میں پھنسے ہوئے وہ جتنا صحیح راستہ ڈھونڈھنے کی کوشش کرتا رہا۔ اُتنا ہی وہ زیادہ اِن بندھنوں میں اُلجھتا گیا۔ آخر تنگ آکر اس نے لڑائی سے مُنہ موڑتے ہوئے بھگوان کرشن سے کہا:۔

ادھیائے پہلا شلوک نمبر ۴۶

" اگر مجھ بے ہتھیار اور لڑائی سے مُنہ موڑے ہوئے کو دھرت راشٹر کی ہتھیار بند اولاد قتل بھی کر دے۔ تو یہ بھی میرے لئے اچھا ہی ہوگا۔"

اس طرح اِنسان مایا موہ میں پھنسا ہوا یہ خیال کرتا ہے۔ کہ رشتہ داروں کا ساتھ چھوٹنے سے وہ کہیں کا نہ رہے گا۔ یہ حالت بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچ جاتی ہے۔ کہ اِنسان دھرم اور ادھرم کا بھی خیال چھوڑ دیتا ہے۔ ایسی حالت میں شور بیر۔ یودھا بھی کاتر اور بزدل ہو جاتے ہیں۔ لڑائی سے دست بردار ہو جانا اس بات کا مترادف ہے کہ ان میں دشمن سے مقابلہ کرنے کی سکت ہی نہیں۔ دیا (رحم) اس بات کا نام نہیں۔ کہ اپنے مدِمقابل سے مار کھا کر اُسے کچھ کہے بغیر میدان چھوڑ دیا جائے۔ دیا نام ہے دشمن پر فتح پا کر اُسے کوئی گزند پہنچائے بغیر رہا کر دینے کا۔ تاکہ وہ تمام عمر اس احسان کے باعث سر اٹھانے کی جرأت نہ کر سکے۔

اب ایک لمحہ کے لئے یہ خیال کیجئے۔ کہ وہ جنگجو دلاور۔ مایا موہ کے

جال میں پھنسا ہوا ارجن ہمارا من ہے۔ پانڈو اور کورو کی جگہ۔ بھگتی (عاقبت کا خیال۔گیان) اور دُنیاداری (سنساری بندھن۔اگیان) میں جنگ ہو رہی ہے۔ یہ من عاقبت کے خیال سے گیان روپی تلوار کے ساتھ دنیاداری کے بندھنوں کو کاٹنے کے لئے بڑھتا ہے۔ اسوقت وہ چہار جانب اپنے ہی رخ کا پرتو دیکھ کر گھبرا اُٹھتا ہے۔ یہ میری بیوی ہے۔ میری زندگی۔ یہ میرا بیٹا ہے۔ میرے جگر کا ٹکڑا۔ یہ میرا بھائی ہے۔ میرا خون۔ . . . . . . . . اور ان نہ رہنے والی اشیا کی محبت اس کے استقلال کو مضمحل کر دیتی ہے۔ اس وقت اگیان کی فوج اس پر قابض ہو جاتی ہے۔ اور وہ سنساری بندھنوں میں یونہی پھنسا رہ جاتا ہے۔ بھگوان کرشن سے مراد روح کی آواز یعنی ضمیر سے ہے۔ جو ہر بُرائی کے وقت ایک ہلکی ٹھوکر کے ساتھ اپنی موجودگی کا ثبوت دیتی رہتی ہے۔ اس وقت اگر انسان اپنے ضمیر کی آواز کو سُن کر بُرائیوں سے ہاتھ کھینچ لے۔ تو وہ ہمیشہ کے لئے گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ ازاں بعد ضمیر کی آواز زیادہ پختگی سے اور صاف سنائی دینی شروع ہو جاتی ہے حتےٰ کہ انسان انتہائی کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ لیکن اگر اس وقت انسان اس ہلکی آواز کو نظر انداز کر دے۔ تو پھر اس کی ترقی معدوم۔ روح کی آواز کمزور اور باطل ہو جاتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ اس کا نشان تک مٹ جاتا ہے۔

پہلے ادھیائے سے مراد فقط اتنی ہے۔ کہ نیکی کی راہ میں گامزن

انسان کو ایک راہبر کامل۔ ایک بہترین محقق۔ اور ایک قابلِ اعتماد رفیق کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور وہ رفیق ہمارا ضمیر ہے۔ جو وقت آنے پر ہمیشہ اپنے قیمتی مشورے سے آگاہ کرتا رہتا ہے۔ اور اگر وہ انسان اس کی ہدایات پر عمل کرتا ہے۔ تو وہ انجام تک اس کا ساتھ دیتا ہے۔ لیکن اگر وہ اُسے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا۔ تو وہ ہمیشہ کے لئے اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔

دھرم کے راستہ پر چلتے ہوئے ارجن کو جب دنیاوی بندھنوں نے آلیا۔ تو بھگوان کرشن (ضمیر) نے اُسے مناسب ہدایات دینی شروع کیں۔ جو کہ بقایا سترہ ادھیاؤں میں درج ہیں ۔

اوم اوم اوم

# دُوسرا اَدھیائے

۱۔ سنجے نے کہا۔ اس طرح دَیا بھاؤ سے بیقرار۔ رنجیدہ اور آنسوؤں سے لبریز آنکھوں والے ارجن سے بھگوان کرشن یوں گویا ہوئے

۲۔ اے ارجن اس نازک وقت میں یہ جھوٹی محبت تیرے دل میں کیونکہ پیدا ہو گئی۔ جو کہ کسی حالت میں بھی شور بیروں کے شایاں نہیں۔ اور جو اِنسان کو فرض سے گمراہ اور بدنام کرنیوالی ہے۔

۳۔ اے ارجن نامرد نہ بن۔ ایسا کرنا تُجھے زیبا نہیں دیتا۔ اے دشمنوں کے چھکّے چھُڑانے والے اس ہچکچاہٹ کو ترک کر۔

۴۔ ارجن نے کہا۔ اے مدھوسودن۔ قابلِ تعظیم بھیشم اور درونا چاریہ کے ساتھ میں کس طرح جنگ کروں۔

۵۔ ان نیک دِل بزرگوں کو قتل کرنے سے تو بھیک مانگ کر گذارہ کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ ان بزرگوں کو قتل کرنے کے بعد مجھے سنسار میں خون سے رنگے ہوئے کرم بھوگنے پڑیں گے۔

۶۔ ہماری جیت یا ہار اِن دونوں میں سے ہمارے لئے کیا بہتر ہے اس کا بھی تو مجھے علم نہیں۔ کیونکہ جنہیں قتل کرنے کے بعد ہم زندہ رہنا بھی پسند نہیں کرتے۔ وہ دھرت راشٹر کے بیٹے آج ہمارے سامنے مرنے مارنے کو تیار کھڑے ہیں۔

۷۔ کمزوری کے باعث میری عقل سلب ہو گئی ہے۔ اور میں اپنے کرتویہ کو بھی نہیں جان سکتا۔ اِس لئے مجھے ایسی ہدایت دیجئے۔ جس سے یقینی میرا بھلا ہو۔ میں آپ کا شاگرد ہوں۔ اور آپ سے پناہ کا خواہشمند۔

۸۔ اگر اس دُنیا کا راج اور دیوتاؤں کی سلطنت بھی مجھے بغیر دقت کے حاصل ہو جائے۔ تو بھی میرا یہ رنج جس نے مجھے غمزدہ کر رکھا ہے۔ دُور نہیں ہو سکتا۔

۹۔ سنجے نے کہا۔ اس طرح دشمنوں پر فتح حاصل کرنے والا ارجن لڑنے

سے انکار کر کے خاموش کھڑا ہو گیا۔

۱۱۔ شری کرشن نے کہا۔" تو ان کے لئے پریشان ہے۔ جن کے لئے تجھے پریشان نہ ہونا چاہیئے۔ اور پھر بھی عقلمندوں کی سی باتیں کر رہا ہے۔" عقلمند انسان ان کے لئے افسوس نہیں کرتے جو ابھی زندہ ہیں۔ اور نہ ہی ان کے لئے کہ جو فنا ہو گئے ہیں۔

۱۲۔ ایسا کوئی وقت نہ تھا۔ جب کہ میں۔ تُو اور یہ راجہ لوگ موجود نہ تھے۔ اور نہ ہی ایسا کوئی وقت آئے گا۔

۱۳۔ جس طرح اس زندگی میں بچپن۔ جوانی اور موت لازمی ہیں۔ اسی طرح روح کے لئے دوسرا جنم لینا بھی ضروری ہے۔

۱۵۔ کیونکہ اے انسانوں میں برتر۔ جس مستقل مزاج انسان کو یہ جذبات پریشان نہیں کرتے۔ وہی نجات حاصل کرتا ہے۔

۱۶۔ فانی چیزیں کبھی قائم نہیں رہ سکتیں۔ اور لافانی اشیا کو کبھی فنا نہیں۔ عقلمند انسان ان دونو کی حقیقی صورت سے واقف ہوتے ہیں۔

۱۷۔ لافانی وُہ ہے جس نے یہ پرکرتی بنائی ہے۔ اُسے کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی فنا نہیں کر سکتی۔

۱۸۔ لافانی روح کے یہ سب جسم فانی ہیں۔ اِس لئے اے ارجن! تُو جنگ کر۔

۱۹۔ روح نہ تو مارتی ہے۔ نہ خود مرتی ہے۔ اِسلئے جو انسان اِسے

مارنے یا مرنے والا خیال کرتا ہے۔ وُہ کچھ نہیں جانتا۔

۲۰۔ یہ روح ابتدا میں تھی۔ اب ہے۔ اور اِنتہا تک رہے گی۔ جسم کے فناہ ہو جانے پر بھی روح فناہ نہیں ہوتی۔

۲۱۔ اے ارجن جو یہ سمجھتا ہے۔ کہ روح لاتغیر اور لافانی ہے۔ وہ کسی کو کیسے مرواتا یا مارتا ہے۔

۲۲۔ جس طرح اِنسان میلے کپڑے اُتار کر اُجلا لباس پہن لیتا ہے۔ اسی طرح روح ایک جسم کو چھوڑ کر دوسرا حاصل کر لیتی ہے۔

۲۳۔ روح پر نہ تو ہتھیار اثر کر سکتے ہیں۔ نہ آگ جلا سکتی ہے۔ نہ پانی گلا سکتا ہے۔ اور نہ ہی ہوا خشک کر سکتی ہے۔

۲۴۔ رُوح نہ کٹ سکتی ہے۔ نہ جل سکتی ہے۔ نہ گل سکتی ہے اور نہ ہی خشک ہو سکتی ہے۔ یہ روح دایم۔ محیطِ کل۔ قایم اور قدیم ہے۔

۲۵۔ روح احساس برتر۔ تصور سے بالا اور غیر مبدل ہے۔ اِس لئے روح کو ایسا خیال کرتے ہوئے اس کے لئے رنج کرنا بے سود ہے۔

۲۶۔ اور اگر تو اس روح کو بھی جسم کی طرح فانی خیال کرتا ہے تو بھی تجھے اس کے لئے افسوس کرنا لاحاصل ہے۔

۲۷۔ کیونکہ جو پیدا ہوا ہے۔ اس کا مرنا لازم ہے۔ اور جو مرتا ہے

اس کی پیدائش یقینی ہے ۔ اس لئے ایک لازم امر کے لئے
افسوس کرنا نامناسب ہے ۔

۲۸ ۔ تمام جانداروں کی پیدائش سے پہلے اور موت کے بعد کی حالت
نامعلوم ہے ۔ فقط درمیانی حصّہ ظاہر ہے ۔ پھر اس میں افسوس
کی کیا بات ہے ۔

۲۹ ۔ کوئی اسے حیرت انگیز خیال کرتا ہے ۔ کوئی اسے حیرت انگیز
جانتا ہے ۔ اور کوئی اسے حیرت انگیز سُنتا ہے ۔ لیکن اس کے
باوجود بھی کوئی اس کی حقیقت سے آگاہ نہیں ۔

۳۰ ۔ سب جانداروں کی آتما دائمی اور لافانی ہے ۔ اسلئے اے ارجن !
تجھے کسی جاندار کے لئے بھی افسوس کرنا واجب نہیں ۔

۳۱ ۔ پھر دھرم شاستر کی آگیا انوسار بھی تجھے لڑنا ہی چاہیئے کیونکہ
کھشتری کے لئے دھرم کی لڑائی سے بڑھ کر اور کوئی بھلا کام نہیں ۔

۳۲ ۔ اے ارجن ! ایسی جنگ سوَرگ کا کھلا دروازہ ہے ۔ جو خودبخود
ہی حاصل ہو گیا ہو ۔ ایسا موقعہ خوش قسمت کھشتریوں کو ہی
دستیاب ہوتا ہے ۔

۳۳ ۔ اس لئے اگر تو اس وقت جنگ سے انکار کرے گا ۔ تو اپنی
عزت اور شہرت کو کھو کر گناہ کا مرتکب ہوگا ۔

۳۴ ۔ یہی نہیں بلکہ تمام دُنیا تیری مذمت کرے گی ۔ اور تُو جانتا ہے
کہ نیکنامی کی موت بدنامی کی زندگی سے بدرجہا بہتر ہے ۔

۳۵ - سب مہارتھی یہی خیال کریں گے۔ کہ تم بزدلی کے باعث میدان سے بھاگ رہے ہو۔ اور آج جن کی نظروں میں تم قابلِ عزت ہو۔ کل وہی تمہیں نفرت کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

۳۶ - اس طرح تیرے دشمن تیری طاقت کی مذمت کرتے ہوئے تجھ پر طرح طرح کے بہتان باندھیں گے۔ اور تو ہی بتا کہ تیرے لئے اس سے بڑھ کر دُکھ کا کارن اور کیا ہو سکتا ہے۔

۳۷ - اگر تو لڑائی میں مارا گیا تو تیرے لئے سورگ ہے۔ اور اگر زندہ رہا تو دُنیا کا راج۔ اسلئے اے ارجن تجھے جنگ کا پختہ ارادہ کرنا چاہیئے۔

۳۸ - رنج و راحت۔ نفع و نقصان۔ فتح و شکست کو برابر سمجھ کر تو جنگ کیلئے تیار ہو جا۔ ایسا کرنے سے تو پاپوں سے بچا رہیگا۔

۳۹ - ارجن۔ یہ تعلیم تجھے سانکھیہ شاستر کے مطابق دی گئی ہے۔ اب تو اُسے یوگ کے مطابق سُن! اس پر عمل کرنے سے تو کرموں کی قید سے آزاد ہو جائے گا۔

۴۰ - اس کے مطابق جو کرم ایک دفعہ کئے جاتے ہیں۔ وہ کبھی ناش نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی گناہ کا خوف رہتا ہے۔ اس علمِ ذات سے معمولی واقفیت بھی خوفِ عظیم سے بچا لیتی ہے۔

۴۱ - اے ارجن! عقلِ سلیم دُنیا میں ایک ہوتی ہے۔ لیکن غیر مستقل مزاج انسانوں کی رائیں مختلف اور بے شمار ہوتی ہیں۔

۴۲، ۴۳ - اے ارجن وہ کم فہم اِنسان جو خواہشات سے لبریز دِل میں بہشت کی تمنا لئے ہوئے ہوتے ہیں - جو طرح طرح کے یگ وغیرہ سے عیش اور دولت حاصل کرنے کے خواہشمند ہوتے ہیں - ایسے خواہشات زدہ اِنسان وید کے اُن ہی منتروں کو الاپتے ہیں - کہ جن میں کرموں کے پھل کا ذکر ہوتا ہے - اور یہ کہتے ہیں - کہ ان کے سوا اور کچھ نہیں -

۴۴ - جو لوگ اِس طرح عیش و دَولت کے طلبگار رہتے ہیں - ان کی طبیعت کبھی یکسو نہیں ہوتی -

۴۵ - اے ارجن ویدوں میں تین گنوں کا ذکر آیا ہے ستوگُن - رجوگُن - اور تموگُن - تو اِن تینوں سے علیحدہ ہو کر اس غیر فانی اور نہ مٹنے والی ہستی میں دھیان رکھ - دوئی کو چھوڑ دے - اور فناہ ہونیوالی اشیاء کی خواہش کو دِل سے نِکال -

۴۶ - چاروں طرف پانی کی باڑھ آ جانے پر جتنی ضرورت کنوئیں کی رہ جاتی ہے - اُتنی ہی برہم کو جاننے والے منش کو ویدوں کی رہ جاتی ہے -

۴۷ - تُو فقط کرم کر سکتا ہے - ان کے نتیجہ پر تیرا کوئی اختیار نہیں اِسلئے تُو نتیجہ سے بے نیاز ہو کر کرم کر - کرم کرنے سے تجھے انکار نہ کرنا چاہیئے -

۴۸ - اے ارجن موہ کو تیاگ دے - اور پھل کی آشا کو دِل سے نکال کر

کامیابی اور ناکامیابی کو ایک سمجھتا ہوا۔ تُو کرم کر۔ یکسانیت کا
نام ہی یوگ ہے۔

۴۹۔ کرم یوگ۔ گیان یوگ کے مقابلہ میں بہت کم وقعت رکھتا ہے
اس لئے اے ارجن تُو یکساں رہنے والی بدھی کا سہارا لے
کیونکہ پھل کی تمنا رکھنے والے اِنسان اونٰے درجہ کے لوگ ہوتے
ہیں۔

۵۰۔ یکساں بدھی کا مالک اس دُنیا میں گناہ اور ثواب سے چھوٹ
جاتا ہے۔ اِس لئے تُو گناہوں سے بچنے کے لئے گیان یوگ
کے راستہ پر چل۔ کرم کرنے کے لئے گیان یوگ ہی مناسب
ہے۔

۵۱۔ یکساں طبیعت والے اِنسان کرم پھل کی ابھلاشا ترک کر دینے
سے جنم مرن کے بندھن سے چھوٹ کر مکتی حاصل کرتے ہیں۔

۵۲۔ جب تیری عقل سے موہ کا پردہ اٹھ جائے گا۔ تب تجھے
سنسار کی سُنی ہوئی یا سُننے والی باتوں کی پرواہ نہ رہے گی۔

۵۳۔ جب تیرے خیال میں سکون اور عقل میں یکسانیت پیدا ہو جائے
گی۔ تب تجھے یوگ حاصل ہو گا۔

۵۴۔ ارجن نے کہا۔ ہے بھگوان۔ یکسانیت کو حاصل کئے ہوئے
قائم العقل اِنسان کی شناخت کیا ہے۔ اور اس کے طور
داطوار کیسے ہوتے ہیں ؟

۵۵ - بھگوان کرشن نے جواب دیا۔ اے ارجن! جس انسان نے دل کی تمام خواہشوں کو ترک کر دیا ہے۔ جو اپنے آپ میں مگن ہے۔ وہی عقلِ ساکن کا مالک ہے۔

۵۶ - جو دکھ سے گھبراتا نہیں۔ سُکھ سے پرسن نہیں ہوتا۔ جس نے محبت خوف اور غصہ کو تیاگ دیا ہے۔ اُسے عارف۔ مُنی یا قائم العقل کہتے ہیں۔

۵۷ - جسے کسی چیز کی خواہش نہیں۔ جو خوشی اور رنج میں یکساں ہے وہی عقلِ ساکن کا مالک ہے۔

۵۸ - جس طرح سے کچھوا اپنے جسم کو ہر چہار جانب سے سکیڑ لیتا ہے اسی طرح سے قائم العقل انسان طرح طرح کی خواہشات سے ہاتھ کھینچ کر من کو یکسو رکھتا ہے۔

۵۹ - فاقہ کشی کرنے سے اگر عادات ترک بھی ہو جائیں۔ تو بھی ان کی خواہش تلف نہیں ہوتی۔ لیکن پرماتما کا احساس ہونے پر خواہشات بھی ضائع ہو جاتی ہیں۔

۶۰ - اے ارجن۔ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ اندریوں کو قابو رکھنے کی کوشش کرنے پر بھی طاقتور حواس من کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔

۶۱ - لیکن سب اندریوں کو قابو میں لاکر مجھ پر بھروسہ رکھنے والے۔ اور میرا ہی دھیان کرنے والے انسان حواس پر غلبہ پا کر سکون حاصل کر لیتے ہیں۔

۶۲ - جذبات سے لبریز انسان کے دِل میں موہ پیدا ہو جاتا ہے - موہ سے خواہش - اور خواہش سے غصّہ پیدا ہوتا ہے -

۶۳ - غصّہ سے مورکھتا پیدا ہوتی ہے - اور مورکھتا سے قوتِ حافظہ زائل ہو جاتی ہے - قوتِ حافظہ زائل ہو جانے سے عقل تباہ ہو جاتی ہے - اور عقل کے تباہ ہو جانے سے منش خود تباہ ہو جاتا ہے -

۶۴ - لیکن جس شخص کا من قابو میں ہے - وہ کرم کرتا ہوا بھی اطمینانِ قلب حاصل کرتا ہے -

۶۵ - اطمینانِ قلب سے اس کے سب دُکھ ضائع ہو جاتے ہیں - کیونکہ اطمینان سے عقل کو سکون حاصل ہوتا ہے -

۶۶ - جہاں اطمینان نہیں - وہاں عقل کو سکون کہاں - اور جہاں عقل کو سکون نہیں - وہاں بھگتی کہاں - جہاں بھگتی نہیں - وہاں شانتی نہیں - اور بغیر شانتی کے سُکھ نابود -

۶۷ - لذات میں محو خواہشات کا پیچھا کرنے والے انسان کو من اس طرح کھینچ لے جاتا ہے - جس طرح ہوا پانی میں کشتی کو -

۶۸ - اس لئے اے ارجن جسے حواس پر قبضہ ہے وہی قائم العقل ہے -

۶۹ - جو تمام جانداروں کی رات ہے - اس میں ساکن عقل کا مالک جاگتا ہے - اور جس میں تمام جاندار جاگتے ہیں - وہ اس کے

لئے رات ہے۔

۷۰۔ جس طرح سمندر میں چاروں طرف سے دریاؤں کا پانی سما جاتا ہے۔ اسی طرح جس اِنسان کے من میں سب خواہشات غائب ہو جاتی ہیں۔ وہی اطمینانِ قلب حاصل کر سکتا ہے۔ خواہشات کے آدھین اِنسان کو یہ بات کہاں میسّر۔

۷۱۔ جو شخص دُنیا کے سب تعلقات کو چھوڑ کر موہ اور غرور سے دُور رہتا ہُوا کرم کرتا ہے۔ وہی اطمینانِ قلب پاتا ہے۔

۷۲۔ اے ارجن! یہ برہم کو پہچاننے کا ذریعہ ہے۔ اور اس پر ثابت قدم رہنے والا اِنسان موہ میں گرفتار نہیں ہوتا۔ اور آخری وقت بھی اس پر قائم رہنے سے مُکتی حاصل ہوتی ہے۔

—— سانکھیہ یوگ نامی دوسرا ادھیائے سمپورنم ——

# تشریح

## ادھیائے دُوسرا

پیشِ نظر ادھیائے میں بھگوان کرشن ارجن کو کرتویہ پالن کرنے کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ کرتویہ کا پالن کرنا انسان کا سب سے بڑا دھرم ہے۔ جو شخص فرض کی ادائیگی سے مُنہ موڑتے ہیں۔ وہ نہ صرف دُنیا میں ذلیل و رسوا ہو جاتے ہیں۔ بلکہ عقبےٰ بھی تباہ کر لیتے ہیں بھگوان رام کی زندگی ہمیں کرتویہ پالن کی بہترین مثال پیش کرتی ہے۔ انہوں نے ہر موقعہ پہ اور ہر خواہش پہ کرتویہ کو افضل قرار دیا۔ اور ایک ایسی مثال قائم کی۔ جس کی نظیر روئے زمین پہ ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ اس ادھیائے کی تعلیم کے مطابق رُوح۔ ازلی۔ ابدی اور انادی ہے۔ یہ ابتدا میں تھی۔ اب ہے۔ اور انتہا تک رہے گی۔ یعنی ایک لاتغیر اور لاتبدل ہستی

ہے۔ جیسے نہ آگ جلا سکتی ہے۔ نہ پانی گلا سکتا ہے۔ اور نہ ہی ہوا خشک کر سکتی ہے۔ رُوح بذاتِ خود کرموں کی آلائش سے مبرا ہے۔ لیکن کرم پھل بھگتنے کی سزاوار۔ ان کرموں کے پھل کا ثمرہ روح کو بار بار جنم مرن کے بندھن میں پھنسنا پڑتا ہے۔ اور اس پیدا ہونے اور مرنے مرنے اور پھر پیدا ہونے کا نام آواگون ہے۔

اب خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب کرموں کا پھل مِلنا اَوشیہ ہے۔ تو رُوح کا جنم مرن کے بندھن سے آزاد ہونا ناممکن۔ کیونکہ کوئی جاندار بغیر کرم کئے ایک لمحہ بھی بسر نہیں کر سکتا۔ اس کا سنسار میں آنا ہی اس بات کی دلیل ہے۔ کہ وہ کرم کرے:۔

بھگوان کرشن فرماتے ہیں:۔

ادھیائے دوسرا شلوک ۵۱

"یکساں طبیعت والے اِنسان کرم پھل کی ابھلاشا ترک کر دینے سے جنم مرن کے بندھن سے چھوٹ کر مکتی حاصل کرتے ہیں"

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ طبیعت کو یکساں کِس طرح کیا جا سکتا ہے؟

فرض کیجئے کہ ایک تالاب ہے۔ کہ جس میں ہر چہار جانب سے نالیوں کا پانی اکٹھا ہوتا ہے۔ یا یوں کہئے کہ چھوٹے چھوٹے چشموں کا رِستا ہوا پانی یکجا ہو کر ایک پہاڑی نالے کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اب اس پانی سے کئی کام لئے جا سکتے ہیں۔ اِس سے آٹا پیسنے کی چکی

چل سکتی ہے۔ اسے آبپاشی کے کام میں لایا جا سکتا ہے۔ اور ایسے ہی کئی ایک ذرائع میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

یہی حال من کا ہے۔ اگر من میں جذبات کو ضبط کرنے اور انہیں قابو میں رکھنے کی طاقت ہے۔ تو وہ اپنی تمام و کمال طاقت کو ایک ہی سمت میں خرچ کرتا ہوا خاطر خواہ نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ جس طرح چھوٹی چھوٹی نالیاں بذاتِ خود کوئی خاص کام نہیں کر سکتیں۔ اسی طرح من کو اگر ہر ایک خواہش اپنی جانب کھینچے تو وہ کوئی روحانی ترقی حاصل نہیں کر سکتا۔ ریل گاڑی کیوں چلتی ہے۔ اس لئے کہ انجن میں بھاپ اکٹھی ہو کر طاقت بن گئی ہے۔ یہی حالت گیس کے حوض اور بجلی کے ڈینامو کی ہے۔

خیال کی دھاریں یکسو ہو کر مجتمع ہوتی ہیں۔ اور پھر ایک ہی جانب حرکت کرتے ہوئے عجیب و غریب طاقت کی جلوہ گاہ بن جاتی ہیں۔ یوگ کا عمل کیا ہے۔ چت کی ورتیوں کو یکجا کرنا۔ جب یہ ممکن ہو جاتا ہے۔ تو اس پر عمل کرنے والے سورج کا۔ چاند کا۔ ستاروں کا۔ کائنات کا۔ اپنی ذات کا۔ اور پرماتما کی ذات کا علم حاصل کر لیتے ہیں۔ اور اس کے بعد من کی تمام ورتیوں کو پرماتما کی طرف لے جاتے ہوئے پرماتما میں جذب ہو جاتے ہیں۔

جس انسان کے ارادے منتشر ہیں۔ اس کی ترقی معدوم۔ اس کی بھاری سے بھاری کوشش کو بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے

کیونکہ جب من ہی یکسو نہیں تو اس کی ترقی کیسے ممکن ہو سکتی ہے۔ جو انسان اپنے طرزِ عمل سے ہی ناواقف ہے۔ وہ ترقی کے میدان میں کیسے آگے بڑھ سکتا ہے۔

اِس لئے یہ امر لازمی ہے۔ کہ ہم کِسی کام کا ارادہ رکھتے ہوئے اپنے تمام خیالات کو سمٹا کر فقط اس کام کی طرف لگائیں۔ ایسا کرنے سے مشکل سے مشکل عقدہ لمحوں میں حل ہو جائیگا۔ یہی تپ ہے۔ یہی یوگ ہے۔ اور اسی کا نام شکتی ہے۔

کِسی پہاڑ پر ایک ایسے چشمہ کو دیکھتے ہوئے۔ کہ جس میں سے قطرہ قطرہ پانی رِس کر بہہ رہا ہو۔ یہ کِسے خیال ہو سکتا ہے کہ یہ چشمہ جزو ہے پانی کی ایک ایسی عظیم الشان اجتماعی صُورت کا جسے ہم سمندر کہتے ہیں۔

یا یوں کہیئے کہ نل کے پانی کو بہتا ہؤا دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ یہی دریا ہے۔ لیکن جب جزو سے کل کی جانب بڑھا جائے تو یہ عقدہ خود بخود حل ہو جاتا ہے۔

نل میں پانی کہاں سے آیا؟ جواب ہو گا تالابوں سے پمپ کر کے بھیجا گیا۔ ان تالابوں میں چھوٹے چھوٹے نالوں سے پانی کا ذخیرہ جمع کیا گیا۔ یہ نالے ایک بڑے نالے یا نہر سے کاٹے گئے۔ وہ نہر جو بذاتِ خود اُس پُرہیبت دریا کا جزو ہے۔ جس کی روانی کے آگے پہاڑوں کا سینہ بھی چاک چاک ہو جاتا ہے۔ لیکن دریا کیا ہے؟

چھوٹے چھوٹے پہاڑی نالوں کی اجتماعی صُورت۔
درصل جزو ایک کمزور اور بے حقیقت سے ہستی ہے۔ لیکن کل کی صورت میں وہی کمزور ہستی عجیب و غریب طاقتوں کی جلوہ گاہ بن جاتی ہے۔

یہی حالت آتما اور پرماتما کی ہے۔ آتما جزو ہے اُس لافانی ذات کا جسے ہم پرماتما کہتے ہیں۔ اب آتما کو پرماتما میں مل جانے کے لیے صرف جزو سے کل کی جانب بڑھنے کی ضرورت ہے۔ ہو بہو جس طرح چشمے کے رستے ہوئے پانی کو سمندر بننے کے لئے ڈھلوان یعنی سمندر کی جانب رجوع کرنے کی حاجت ہے۔

لیکن سوال جو ہم نے شروع کیا تھا۔ وہ اسی طرح ادھورا ہی رہ جاتا ہے۔ ہمیں یہ تو معلوم ہو گیا کہ سکونِ قلب کے کیا فوائد ہیں۔ لیکن یہ ابھی تک معلوم نہ ہوا کہ یکسانیت کس طرح حاصل کیجا سکتی ہے؟

طبیعت کو یکساں رکھنے اور سکونِ قلب حاصل کرنے کا سب سے سہل ذریعہ ابھیاس ہے۔ ابھیاس سے مراد ایک کام کو بار بار کرنے سے ہے۔ جس طرح بار بار برتن رکھنے سے بڑے بڑے مضبوط پتھروں میں بھی گڑھے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح سرت سادھنا سے من کو قابو میں لا کر اس پار برہم کے دھیان میں محو رہنے سے رفتہ رفتہ طبیعت سکون حاصل کرتی جاتی ہے۔ (سُرت سادھنا کی تفصیل کیلئے دیکھو آئینِ وحدت و تشریح ادھیائے پانچواں اشروع شروع میں

بیشک من ایکاگر نہیں ہوتا۔ لیکن کچھ عرصہ کے ابھیاس سے یہ حالت نہیں رہتی۔ ہو بہو جس طرح ہر روز صبح سویرے اُٹھنے کی کوشش کرنے والا انسان گو ابتدا میں دقت محسوس کرتا ہے۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں بعد اس کی طبیعت اس طرزِ عمل کے زیر اثر خود بخود اُسے صبح سویرے اُٹھنے پر مجبور کر دیتی ہے جن انسانوں کی طبیعت میں ایک گونا یکسانیت پیدا ہو جاتی ہے۔ نظام قدرت خود بخود ان کے ماتحت چلا آتا ہے پھر وہ جو کچھ چاہتے ہیں۔ اُسی طرح ہونا شروع ہو جاتا ہے یقین نہ آئے تو آپ خود تجربہ کر کے دیکھ سکتے ہیں۔

فرض کیجئے کہ آپ ہر روز صبح چار بجے اُٹھنے کے خواہشمند ہیں اب آپ کا فرض ہے کہ آپ رات کو سوتے وقت پورے نشچہ سے یہ خیال دل میں جمائیں۔ کہ آپ کو کل صبح چار بجے ضرور اٹھنا ہے شاید ایک آدھ دن اس عمل کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہو۔ لیکن چند ہی دنوں بعد آپ محسوس کریں گے۔ کہ مقررہ وقت کے قریب آپ کے نظامِ قلبی میں خود بخود ایک حرکت سی پیدا ہونی شروع ہو جائیگی اور آپ بستر سے اُٹھنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

یہ عمل اگر جاری رکھا جائے۔ تو اس قدر بڑھا لیا جا سکتا ہے۔ کہ منٹوں اور سیکنڈوں تک کا فرق باقی نہیں رہتا۔

اس عمل کی دوسری سیڑھی یہ ہے۔ کہ آپ چاہیں تو سوتے سوتے تمام دُنیا کا چکر کاٹ سکتے ہیں۔ اس کا عمل بھی بجنسہٖ اِسی

طرح ہے۔ کہ آپ رات کو سوتے وقت کسی خاص مقام کا خیال اپنے دل میں رکھ کر یہ ارادہ کریں۔ کہ آج رات کو فلاں جگہ جانا ہوگا۔ چند روز تو آپکی آنکھوں کے سامنے ایک دھندلا سا تصور اس مقام کا پھرتا رہیگا۔ لیکن رفتہ رفتہ اس جگہ کی چھوٹی سے چھوٹی باریکی بھی صاف اور واضح نظر آنی شروع ہو جائے گی۔ پھر آپ اپنی حسب خواہش ہر جگہ کا سفر رات کو سوتے ہوئے کر سکتے ہیں۔

اور اسی عمل کی تقویت غیب دانی کا معجزہ ہے۔ جس کے ذریعہ ایک مقام پر بیٹھا ہوا انسان دوسرے مقامات کے صحیح حالات سے آگاہ ہو جاتا ہے۔

جب تک ہم اپنی طاقت سے بے خبر ہیں۔ تب تک ہی کمزور اور ناکارہ ہیں۔ لیکن ایک بار یہ جان لینے کے بعد کہ ہم ہیں وہ سب قوتیں موجود ہیں۔ جو نظام عالم کو بھی تہ و بالا کر سکتی ہیں۔ یہ بے حوصلگی اور ہراس یک قلم کافور ہو جاتے ہیں۔ کیا یہ حیرت کی بات نہیں۔ کہ کائنات کا مالک تمام عمر معمولی معمولی اشیاء کو حاصل کرنے کی کوشش میں ایڑیاں رگڑتا ہوا جان تک گوا بیٹھے۔

وہ جو لافانی ہے۔ فانی اشیاء کو حاصل کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہے۔ جو خواہشات سے بالا ہے۔ وہ خواہشات کا غلام بن رہا ہے۔ صرف اس لئے کہ وہ اپنی لامحدود قوت سے ناآشنا ہے۔ ہوبہو اس شیر کی طرح جو گیدڑوں میں پرورش پاکر دھاڑنا بھی بھول جاتا ہے۔

اور ایک بھیڑیئے کو سامنے آتا دیکھ کر دوسرے گیدڑوں کے ساتھ جان بچانے کے لئے بھاگ نکلتا ہے۔

ایسے شیر کو فقط یہ بتا دینا ہی کافی ہے۔ کہ وہ شیر ہے پھر دیکھنا چاہیئے کہ وہ کس طرح دیگر جانوروں پر حکومت کرتا ہے۔ اس بھٹکے ہوئے شیر کی طرح ایک گمراہ انسان کو بھی فقط یہی جاننے کی ضرورت ہے۔ کہ اس کا من خواہشات کا غلام نہیں بلکہ ان کا پرورش کنندہ ہے۔ اور ہر حالت میں اُن سے برتر و بالا

سرت سادھنا سے اس طرح من کے سکوت پا لینے پر کرم یوگ خود بخود حاصل ہو جاتا ہے اور انسان کے دل میں کرموں کے پھل کا خیال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اس حالت میں وہ جو کرم کرتا ہے۔ نتیجہ سے بے نیاز ہو کر کرتا ہے۔ اور اس طرح کرم پھل کی آلائش سے مبرّا رہتا ہے۔

مختصر الفاظ میں یہی دوسرے ادھیائے کی تعلیم ہے۔ اور اسی تعلیم کی بقایا سولہ ۱۶ ادھیاؤں میں تشریح کی گئی ہیں۔

یہاں شلوک نمبر ۶۹ کی تشریح کر دینا بھی ضروری محسوس ہوتا ہے۔

شلوک نمبر ۶۹

"جو تمام جانداروں کی رات ہے۔ اس میں ساکن عقل کا مالک جاگتا ہے۔ اور جس میں تمام جاندار جاگتے ہیں۔ وہ اس کے لئے رات ہے" بظاہر اس کے یہ معنی لئے جا سکتے ہیں۔ کہ ساکن عقل کے مالک

جنہوں نے سُرت سادھنا سے سکون حاصل کر لیا ہوتا ہے۔ وُہ دن کو سوتے ہیں اور رات کو جاگتے ہیں۔ لیکن در اصل اس منتر سے مُدعا صرف اِتنا ہے۔ کہ جس عالم ظاہری کو عوام دِن تصوّر کرتے ہیں۔ یوگی کے لئے وہ رات ہے۔ کیونکہ عوام صفات کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ اور علم ذات سے گمراہ ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس یوگی صفات سے بے پرواہ اور علمِ ذات میں محو ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک سُرت کا ذات کی طرف رجوع کرنا دن ہے۔ اور صفات پر مائِل ہونا رات ہے۔

اوم ——— اوم ——— اوم

# اَدھیائے تیسرا

۱۔ ارجن نے کہا۔ اے جناردھن اگر آپ گیان یعنی عِلم کو کرم یعنی فِعل سے بہتر خیال کرتے ہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ مجھے اس خوفناک کام کی ترغیب دیتے ہیں۔

۲۔ ایسی مِلاوٹ آمیز باتوں سے آپ میرے دِل میں شکوک پیدا کر رہے ہیں۔اِس لئے آپ مجھے صِرف وہی راستہ بتلا دیں۔جس پر

چلنے سے میری بہتری ہو۔

۳۔ سری کرشن جی کہنے لگے۔ اے ارجن! اس سنسار میں دو طرح کے راستے عمل کرنے کے لئے ہیں۔ گیانیوں یعنی عارفوں کیلئے گیان یوگ کا۔ اور یوگیوں کے لئے کرم یوگ کا۔

۴۔ کرم کئے بغیر انسان نہ تو گیان حاصل کر سکتا ہے۔ اور نہ ہی نجات پا سکتا ہے۔

۵۔ اس سنسار میں انسان ایک لمحہ کے لئے کرم کئے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔

۶۔ جو شخص کرموں کو تیاگنے کا ڈھونگ بناتا ہے۔ لیکن ان کی خواہش کو دل سے دور نہیں کر سکتا۔ وہ ریاکار ہے۔

۷۔ لیکن جو شخص کرموں کے پھل کی خواہش کو تیاگ کر بے تعلق کرم کرتا ہے۔ وہی دانا ہے۔

۸۔ اسلئے کرم کرنا لازم ہے کیونکہ کرم نہ کرنے سے کرم کا کرنا اچھا ہے۔ اور بغیر کرم کئے تو تو زندہ بھی نہیں رہ سکتا۔

۹۔ ماسوا ان کرموں کے جو یگیہ کے لئے کئے جاتے ہیں۔ باقی سب بندھن ہیں۔ اس لئے اے ارجن تو بے غرض ہو کر یگیہ کے لئے کرم کر۔

۱۰۔ جب سنسار کو پرجاپتی برہما نے پیدا کیا تو اس وقت انہوں نے سنساریوں کو اُپدیش دیا۔ کہ یگیہ سے ہی ان کی کامنائیں پوری

ہوں گی۔ اور اسی سے اُنہیں ترقی نصیب ہوگی۔

۱۱۔ یگیہ کرنے سے دیوتا خوش ہو کر تمہیں آشیرباد دیں گے۔ جس سے تمہاری بھلائی ہوگی۔

۱۲۔ یگیہ سے ہی خوش ہو کر دیوتا تمہاری ہر ایک خواہش کو پُورا کریں گے۔ لیکن جو شخص ان کے بخشے ہوئے عطیہ کو انہیں پیش کئے بغیر استعمال کرتا ہے۔ وہ چور ہے۔

۱۳۔ جو لوگ بھوگ سے بچا ہُوا کھانا کھاتے ہیں۔ وُہ سب پاپوں سے چھُوٹ جاتے ہیں۔ لیکن اپنے ہی لئے پکانے والا اِنسان مہاپاپی ہوتا ہے۔

۱۴۔ اِنسان اناج پر لبسر کرتا ہے۔ اناج بارش سے پیدا ہوتا ہے۔ بارش یگیہ کا نتیجہ ہے۔ اور یگیہ کرم سے ہوتا ہے۔

۱۵۔ کرم کی پیدائش پرکرتی سے ہے۔ اور پرکرتی لافانی پرماتما سے ظہور میں آئی ہے اِسلئے جہاں کرم ہے۔ وہیں پرماتما ہے۔

۱۶۔ کرموں کا یہ چکر اسی طرح چلتا رہتا ہے۔ جو بھی اس چکر کی تقلید نہیں کرتا۔ وہ گناہ آلود اور بے سود زندگی بسر کرتا ہے۔

۱۷۔ جسے اپنی آتما کا گیان حاصل ہے۔ اور اسی میں محو مطمئن اور صابر ہے۔ وہ کرموں کے بندھن سے چھُوٹ جاتا ہے۔

۱۸۔ کیونکہ اس سنسار میں اسے کرم کرنے سے نہ تو کچھ فائدہ پہنچتا ہے اور نہ ہی کرم نہ کرنے سے نقصان۔

۱۹ - اِس لئے تُو ہمیشہ بے غرض ہو کر کرم کر۔ اَیسا کرنے سے اِنسان مکتی پا جاتا ہے۔

۲۰ - راجہ جنک نے بھی کرم کی سیڑھی سے ہی درجہ کمال حاصل کیا تھا۔ اِس لئے تُو سنسار کی بہتری کے لئے کرم کر۔

۲۱ - عام لوگ بزرگوں کی تقلید کرنا فرض خیال کرتے ہیں۔ اِسی لئے وہ ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔

۲۲ - اے ارجن تینوں لوکوں میں مجھے کچھ بھی کرنے کی حاجت نہیں اور نہ ہی کوئی ایسی چیز ہے جو مجھے حاصل نہ ہو۔ پھر بھی میں کرم کرتا ہوں

۲۳ - کیونکہ اگر میں کرم کرنا تیاگ دُوں۔ تو سب لوگ میری ہی تقلید کریں گے۔

۲۴ - میرے کرم نہ کرنے سے دُنیا میں بدنظمی پھیل جائے گی۔ ذاتوں کا بند ٹوٹ جائے گا۔ اور اس بُرائی کا سب گناہ میرے سر ہو گا۔

۲۵ - کرموں کے کرنے میں فقط اِتنا بھید ہے۔ کہ جہاں جاہل لوگ پھل کی خواہش رکھتے ہوئے کرم کرتے ہیں۔ وہاں عالم لوگ دنیا کی بہبودی کے لئے کرم کرتے ہیں۔

۲۶ - عقلمندوں کا فرض ہے۔ کہ کرم پھل کی خواہش رکھنے والے کم فہم اِنسانوں سے اپنی تقلید میں نیک کرم کروائیں۔

۲۷ - سب کرم قدرت کے مطابق ہوا کرتے ہیں۔ لیکن جاہل و مغرور

اِنسان یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ وہ کرم کرتے ہیں۔

۲۸۔ اے ارجن! گُن اور کرم کی حقیقت کو سمجھنے والا اِنسان یہ جانتے ہوئے کہ محسوسات کا تعلق صرف حواس سے ہے۔ خود کو آزاد رکھتا ہے۔

۲۹۔ کرم پھل کی ابھلاشا رکھنے والے لوگ پھل دائک کرموں کے کرنے میں محو رہتے ہیں۔ داناؤں کا فرض ہے کہ وُہ اِن نادانوں سے اندریوں کے خواص بیان کر کے انہیں ان کے راستہ سے ہٹانے کی کوشش نہ کریں۔

۳۰۔ اے ارجن تُو پاک ہردے سے سب کرموں کو میرے ارپن کرتا ہُوا پھل سے بے تعلق ہو کر جنگ کر۔

۳۱۔ کیونکہ جو اِنسان اِعتقاد کے ساتھ میری تعلیم پر کاربند ہوتے ہیں۔ وہ کرموں کے بندھن سے چھوٹ جاتے ہیں۔

۳۲۔ لیکن جو میرے اصولوں پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ وہ جاہل اِنسان بہت جلد تباہ ہو جاتے ہیں۔

۳۳۔ ہر ایک اِنسان اپنی فطرت کے مطابق کرم کرنے پر مجبور ہے۔ اس میں کسی کو کوئی اختیار نہیں۔

۳۴۔ خواہشات کا اِنجام محبت اور نفرت ہے سمجھدار اِنسان اِن دونوں کے قابو میں نہیں آتا۔ کیونکہ یہ ترقی میں سدِ راہ ہوتی ہیں۔

۳۵۔ اپنے فرائض کو کسی حد تک کہ ناادوں کے فرائض کو مکمل کرنے سے

بہتر ہے۔ اپنے دھرم (فرائض) پر چلتے ہوئے موت کا سامنا کرنا نیک انجام رکھتا ہے۔ لیکن دوسرے کے دھرم کو خواہ وہ کتنا ہی نظر فریب ہو اختیار کرنا بُرا ہے۔

۳۶۔ ارجن نے کہا۔ اے کرشن پاپ کا خیال نہ ہونے پر بھی انسان پاپ کرتا ہے۔ اس کا کیا باعث ہے اور وہ کونسی ایسی تحریک ہے۔ جو اسے ایسا کرنے پر مجبور کرتی ہے۔

۳۷۔ شری کرشن جی کہنے لگے۔ اے ارجن۔ رجوگن سے پیدا شدہ کام و کرودھ ہی ہیں۔ جو انسان کو گناہوں کی جانب راغب کرتے ہیں یہی انسان کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔

۳۸۔ جس طرح آگ دھوئیں سے۔ آئینہ گرد سے۔ اور رحم جھلی سے چھپ جاتا ہے۔ اسی طرح عقلِ سلیم کام و کرودھ کے پردہ میں ڈھکی رہتی ہے۔

۳۹۔ گیان کا جانی دشمن کام ہے۔ اور یہ ہمیشہ گیان کی آنکھوں میں دھول ڈالے رکھتا ہے۔

۴۰۔ کام۔ اندریوں یعنی حواس (دل اور عقل) پر قابض ہے۔ اور ان کے ذریعہ سے ہی وہ گیان (علم) کو ڈھانپ کر انسان کو غافل بنائے رہتا ہے۔

۴۱۔ اس لئے اے ارجن۔ تُو سب سے پہلے اندریوں کو قابو میں کر کے کام پر فتح حاصل کر۔

۴۲۔ جسم سے حواس۔ حواس سے دل۔ دل سے عقل۔ اور عقل سے لطیف آتما ہے۔

۴۳۔ اس لئے۔ اے ارجن! تو عقل کے ذریعہ آتما کو پہچان کر کام روپی شترو (دشمن) کو تباہ کر۔

کرم یوگ نامی تیسرا ادھیائے سمپورنم

# تشریح

## ادھیائے تیسرا

عام انسان ویراگ اور تیاگ کے جو معنی تصور کرتے ہیں دراصل وہ اس سے بالکل اُلٹ ہیں۔ تیاگ اگر فقط کسی چیز کے استعمال کو روک دینے کا نام ہوتا تو یقیناً ہر ایک انسان تیاگ کے راستہ پر گامزن ہو سکتا لیکن تیاگ جسے کہتے ہیں۔ نام ہے تیاگ شدہ چیز کی خواہش تک کو دل سے نکال دینے کا۔ دراصل تیاگ کرم کے تیاگ کو نہیں۔ بلکہ خواہشات کے تیاگ کو کہتے ہیں۔ آلسی بن کر پڑا رہنا تیاگ نہیں کہلاتا یہ کہنا کہ نکمے اور مدہوش انسان تیاگی ہیں۔ کتنا مضحکہ خیز نظر آتا ہے پھر اس دُنیا کے کسی جاندار کے لئے کرم کئے بغیر زندہ رہنا بھی تو ممکن نہیں۔ ہم سانس لیتے ہیں۔ یہ بھی تو ایک کرم ہے۔ کھانا کھاتے

ہیں۔ یہ بھی تو ایک کرم ہے۔ پانی پیتے ہیں۔ یہ بھی تو ایک کرم ہے۔

وہ انسان جو دنیاوی فرائض سے منہ موڑ کر یہ خیال کرتا ہے۔ کہ اس نے کرموں کو تیاگ دیا ہے۔ بالکل اُس دانے کی مانند ہے۔ جو کڑاہی سے اچھل کر بھٹی میں جا گرتا ہے۔ اس کا یہ خیال کرنا کہ اب وہ آزاد ہے خود کو فریب دینا ہے۔ ایسے انسان در اصل خود دھوکا میں ہوتے ہیں۔

لیکن جو منش دُنیا میں رہتے ہوئے دنیاوی اشیاء سے تعلق پیدا نہیں کرتا۔ جو کرموں کو فرض سمجھ کر کرتا ہے پھل کے لالچ سے نہیں جو ملنے پر لذیذ سے لذیذ اشیاء کے کھانے سے پرہیز نہیں کرتا۔ اور نہ ملنے پر ان کے لئے پریشان نہیں ہوتا۔ جو کسی چیز کے کھو جانے پر رنجیدہ نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی کسی وستو کے پا لینے پر مسرور۔ جینا اور مرنا جس کے لئے یکساں ہے۔ در اصل وہی تیاگی ہے۔ اور یہی تیسرے ادھیائے کی تعلیم ہے۔

وہ نام نہاد تیاگی جو دُنیا کی ہر ایک شے سے مُنہ موڑ لینے کے بعد ان کی خواہش کو دل سے نکالنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جو از اں بعد اپنی معمولی ضروریات کے لئے بھی دوسرے کا آدھین ہوتا ہے۔ وہ تیاگی نہیں پاکھنڈی ہے۔ پیٹ کے دو لقموں کے لئے جسے دوسرے کے آگے ہاتھ پھیلانا پڑے۔ ایسے تیاگی سے ایک کرمچاری ہزار درجہ بہتر ہے۔

جس طرح ساکن پانی میں جراثیم کا پیدا ہو جانا۔ یا اس کا گدلا

ہو جانا لازمی امر ہے۔ اسی طرح ایک بیکار انسان کا بیہودہ خیالات کی طرف راغب ہونا قدرتی ہے۔

اور یہ بات تو ہندو سدھانتوں سے بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ بڑے بڑے مہان آتما کرمچاری پرُش ہوتے چلے آئے ہیں۔ راجہ جنک کو ہی لیجئے۔ انہوں نے اگر درجہ کمال حاصل کیا تو کرم اور فقط کرم سے۔ راجہ اکشواک۔ شری رامچندر جی۔ وشیشٹ جی۔ وید ویاس جی۔ کیا یہ سب کرمچاری نہ تھے۔ اور تو اور بھگوان کرشن سی فوق الفطرت ہستی بھی کرم کرنے سے مبرا نہ تھی۔ اس لئے کرم کرنا بہتر ہے ایسے کرموں کے تیاگ سے جس سے کرموں کا احساس دل میں موجزن رہے۔ ان کو کرنے کی خواہش دل میں پیدا ہوتی رہے۔ اور وہ خواہش سوچ اور وچار میں تبدیل ہو کر دماغی توازن کو متزلزل کرنے کا باعث بنتی رہے۔

اوم ——— اوم ——— اوم

# اَدھیائے چوتھا

۱۔ بھگوان کرشن نے فرمایا۔ اس لازوال علمِ معرفت کو مَیں نے سب سے پہلے دیوسوت پر ظاہر کیا۔ دیوسوت نے منو کو اور منو نے اپنے بیٹے اکشواک (سری رامچندر جی کے دادا) کو بتایا۔

۲۔ اِس طرح یکے بعد دیگرے اس علم کو راج رشیوں نے جانا۔ لیکن بہت عرصہ گزر جانے کے باعث یہ دُنیا سے نابود ہو گیا۔

۳ - وہی قدیمی لوگ آج میں نے تم سے بیان کیا ہے۔ کیونکہ تُو میرا معتقد اور رفیق ہے۔ اور یہ علم سب رازوں سے بہتر ہے۔

۴ - ارجن نے سوال کیا "آپ کا جنم تو اب ہو رہا ہے۔ اور دیوسوت کی پیدائش بہت پہلے کی ہے پھر میں کس طرح یقین کر لوں کہ یہ گیان آپ نے ہی ابتدا میں دیوسوت پہ ظاہر کیا تھا۔

۵ - بھگوان کرشن نے کہا۔ اے ارجن! میرے اور تیرے بہت سے جنم اس سے پہلے بھی ہو چکے ہیں جنہیں تُو نہیں جانتا۔ لیکن میں سب جانتا ہوں۔

۶ - اگرچہ میں پیدائش اور فنا اور سب مخلوقات کا مالک ہوں۔ پھر بھی میں اپنی پرکرتی کا آسرا لیکر اپنی مایا سے ظاہر ہوتا ہوں۔

۷ - اے ارجن۔ جب کبھی بُرائیاں نیکیوں پہ غالب آ جاتی ہیں۔ اس وقت میں اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہوں۔

۸ - نیکی کو قائم رکھنے۔ نیکوں کی حفاظت کرنے۔ اور بدکرداروں کو تباہ کرنے کے لئے میں وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتا رہتا ہوں۔

۹ - اے ارجن۔ جو میری پیدائش اور کرموں کے راز سے واقف ہوتے ہیں۔ وہ جسم چھوڑنے کے بعد جنم مرن کے بندھن سے چھوٹ کر مجھ میں لین ہو جاتے ہیں۔

۱۰ - اُمید۔ خوف اور غصہ کو ترک کر کے جو لوگ میرے بھروسہ پر میری بھگتی کرتے ہیں۔ وہی مجھ تک پہنچتے ہیں۔

۱۱- اے ارجن- جو انسان جس طریقہ سے میری پرستش کرتا ہے۔ میں اُسے اسی طریقہ سے پھل دیتا ہوں۔ کیونکہ ہر انسان میرے ہی مارگ کی پیروی کرتا ہے۔

۱۲- کرموں کے پھل کی ابھلاشا رکھنے والے دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں۔ کیونکہ اس سنسار میں کرموں کا پھل جلد حاصل ہو جاتا ہے۔

۱۳- گن اور کرم کی تقسیم سے میں نے یہ چاروں ورن پیدا کئے ہیں۔ ان کا بنانیوالا ہونے کے باعث تو مجھے افعال سے برتر اور لافانی خیال کر۔

۱۴- مجھے اپنے کرموں سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی ان کے پھل کی خواہش۔ اس لئے جو منش مجھے ایسا خیال کرتے ہیں۔ وہ کرموں کے بندھن میں نہیں پھنستے۔

۱۵- اس لئے تمہیں بھی اسی عقیدے کے ساتھ کرم کرنے چاہئیں جس عقیدے کے ساتھ تجھ سے پیشتر موکش کے خواہشمند لوگوں نے کئے ہیں۔

۱۶- کرم اور اکرم کیا ہیں- اس کی تمیز بڑے بڑے سمجھدار انسانوں کو بھی نہیں۔ اس لئے اب میں تجھے وہ کرم بتلاؤں گا۔ جنہیں سمجھ کر تو شکوک سے بری ہو جائے گا۔

۱۷- اچھے بُرے اور نہ کرنے کے قابل تینوں کرموں کی اصلیت کو جاننا لازمی ہے۔ مگر کرموں کے پھل کی ماہیت کو سمجھنا آسان

کام نہیں۔

۱۸۔ جو کرم اور اکرم میں بھید نہیں سمجھتا وہی یوگی ہے۔ اور وہی سمپورن کام کرنے والا ہے۔

۱۹۔ جو تمام کرموں کو بے غرضانہ کرتا ہے۔ اور جس کے تمام کرم گیان روپی آگ میں جل گئے ہیں۔ وہی عارف ہے۔

۲۰۔ جو کرموں کے پھل کا خیال چھوڑ کر کرم کرتا ہے۔ اور ہمیشہ مطمئن اور آزاد رہتا ہے۔ وہ کرم کرتا ہوا بھی کچھ نہیں کرتا۔

۲۱۔ جو دنیاوی امیدوں کو ترک کر کے خواہشات کو اپنا مطیع بنا لیتا ہے۔ وہ صرف جسمانی فعل کے باعث گنہگار نہیں ہوتا۔

۲۲۔ جو آسانی سے حاصل شدہ اشیاء پر قناعت کرتا ہے جس کا بر ہے (جسے سکھ اور دکھ برابر ہے۔ جو کسی کا برا نہیں چاہتا۔ اور جسے کامیابی اور ناکامی یکساں ہیں۔ وہ کرم کرتا ہوا بھی کرموں کے بندھن سے آزاد ہے۔

۲۳۔ جو بے تعلق رہنے کے باعث صرف یگیہ اور پرماتما کی پراپتی کے لئے کرم کرتا ہے۔ اس کے تمام کرم معدوم ہو جاتے ہیں۔

۲۴۔ جو یگیہ کرنے کے آلہ کو۔ یگیہ کی وستو کو۔ اگنی کو۔ یگیہ کرنے والے کو اور یگیہ کے کرنے کو برہم خیال کرتا ہے۔ وہی برہم کو پاتا ہے۔

۲۵۔ بعض کرم کے پابند انسان دیوتاؤں کا یگیہ کرتے ہیں۔ اور بعض برہم روپی اگنی میں کرموں کو کرموں کے ذریعہ ہی جلا دیتے ہیں۔

۲۶۔ بعض آنکھ اور کان وغیرہ اندریوں کو قابو میں لا کر یگیہ کرتے ہیں۔ اور بعض شبد وغیرہ وشیوں کو حواس کی آگ میں جلا دیتے ہیں۔

۲۷۔ بعض تمام اندریوں کے کرم اور پرانوں کی حرکت کو قابو میں لا کر دل کی آگ میں کہ جو ذاتِ واحد کی روشنی سے منور ہے جلا دیتے ہیں۔

۲۸۔ بعض انسان یگیہ کے لئے دان دیتے ہیں۔ بعض تپ کرتے ہیں بعض یوگ سادھن کرتے ہیں۔ اور بعض ایسے بھی ہیں جو صرف وید کے پڑھنے پڑھانے کو یگیہ خیال کرتے ہیں۔

۲۹۔ بعض انسان پرانایام کے ذریعے پران کو اپان اور اپان کو پران میں جھونکتے ہیں۔

۳۰۔ اور بعض برت (فاقہ) دھارن کر کے من کو قابو میں لاتے ہیں۔ یہ سب یگیہ کے ذریعہ اپنے پاپوں کو نشٹ کرنے والے گیانی لوگ یگیہ کی اہمیت سے واقف ہوتے ہیں۔

۳۱۔ یگیہ سے حاصل کی ہوئی اشیاء امرت سمان ہوتی ہیں۔ جو انہیں استعمال کرتے ہیں۔ وہ پورن برہم کو پاتے ہیں۔ لیکن جو یگیہ نہیں کرتے۔ ان کے لئے نہ یہ لوک ہے نہ پرلوک۔

۳۲۔ ویدوں میں انیک پرکار کے یگیوں کا ذکر ہے۔ جنکی اصلیت سمجھنے سے ہی نجات حاصل ہوتی ہے۔ تو ان سب کی پیدائش کرم

سے جان۔

۳۳۔اے ارجن۔ دان یگیہ سے گیان یگیہ بہتر ہے۔کیونکہ سب کرم گیان میں انجام پاتے ہیں۔

۳۴۔ سیوا کرتے ہوئے تعظیم کے ساتھ التجا کرنے سے ہی گورو سے گیان حاصل ہوتا ہے۔

۳۵۔اس طرح گیان حاصل کر لینے سے موہ دور ہو جاتا ہے۔ اور انسان اپنے آپ میں یا مجھ سروشکتیمان میں تمام عالم کو موجود پاتا ہے۔

۳۶۔گنہگار سے گنہگار بھی اس گیان روپی کشتی کے ذریعہ بھو ساگر سے پار ہو جاتے ہیں۔

۳۷۔اے ارجن جس طرح جلتی ہوئی آگ ایندھن کو جلا دیتی ہے اسی طرح گیان روپی اگنی تمام کرموں کو بھسم کر دیتی ہے۔

۳۸۔گیان کے برابر دنیا میں کوئی شے پوتر نہیں۔کیونکہ گیان اسی وقت حاصل ہوتا ہے۔جب انسان کا دل کرم یوگ سے پوتر ہو چکا ہوتا ہے۔

۳۹۔جو صاحب عقل اور راسخ الاعتقاد ہیں۔جنہوں نے حواس پر قابو حاصل کر لیا ہے۔وہی انسان گیان حاصل کر کے مکتی پاتے ہیں۔

۴۰۔جو جاہل کمزور اعتقاد رکھتے ہیں۔جنہیں حواس پر غلبہ حاصل

نہیں۔ وہ بہت جلد تباہ ہو جاتے ہیں۔ ایسے کم فہموں کو نہ اس
دُنیا میں سُکھ نصیب ہوتا ہے۔ نہ ناقبت میں۔

۴۱۔ اے ارجن۔ جس نے یوگ دوارہ کرموں کا ناش کر دیا ہے
اور گیان دوارہ جس کے تمام شکوک مٹ گئے ہیں۔ ایسے آتم
گیانی کو کرموں کا بندھن نہیں۔

۴۲۔ اس لیئے اے ارجن تُو جہالت سے پیدا شدہ شکوک کو
گیان روپی تلوار سے کاٹ کر جنگ کے لئے تیار ہو جا۔

—— کرم سنیاس یوگ نامی چوتھا ادھیائے سمپورنم ——

# تشریح

## ادھیائے چوتھا

"کرم سنیاس" کے لفظی معنی ہیں "کرموں کا تیاگ" کرموں کے لحاظ سے اس دُنیا میں دو قسم کے انسان پائے جاتے ہیں۔

اولاً وہ جو پھل کی خواہش رکھتے ہوئے کرم کرتے ہیں۔

اور

دوئم وہ جو پھل کی خواہش کو دل سے نکال کر کرم کرتے ہیں۔ اس تقسیم کے مطابق کرموں کو بھی دو حصّوں میں منقسم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ کرم باتعلق

۲۔ کرم بے تعلق

اوّل الذکر میں چونکہ انسان پھل کی تمنّا رکھتا ہے۔ اس لئے نیکی و بدی کی تمیز رکھنا لازمی امر ہے۔ اتہاس شاہد ہیں کہ بڑے بڑے مہاپُرش بھی نیک و بد کے درمیان کوئی خاص حد مقرر کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے پھر آپ ہی اندازہ لگائیے۔ کہ ایک عام انسان کے لئے اس کی تمیز کہاں تک ممکن ہے۔ نیکی و بدی کے درمیان اگر کوئی لکیر ڈالی گئی ہوتی۔ تو یہ کیونکر ممکن تھا۔ کہ ایک زمانہ سے جن افعال کو عیاشی و بدکاری پر منسوب کیا جاتا تھا۔ آج اُنہیں عین اخلاق و تہذیب خیال کیا جاتا۔

دراصل گناہ اور ثواب کے مابین کوئی حدِ فاصل مقرر کرنا قریب قریب ناممکن ہے۔ مثال کے طور پر اگر والدین کے ہر جائز و ناجائز حکم کی تعمیل کرنا اولاد کا فرض ہے۔ تو پھر پرہلاد کو بھگت پرہلاد کے نام سے کیوں یاد کیا جاتا ہے۔ درانحالیکہ اس کا ہر ایک فعل والد کے احکام کے سر بسر منافی تھا۔ اور اگر پتا کے جائز حکم پر صاد کہنا اور ناجائز حکم کے آگے سر بلند کرنا درست ہے۔ تو پھر کیوں رامچندر جی رعایا کی آرزوں کو ٹھکراتے ہوئے چودہ برس کے لئے جنگلوں کو چلے گئے۔ اب آپ ہی کہئیے کہ گناہ کیا ہے۔ اور اس کی شناخت کیونکر کی جا سکتی ہے؟

انسانی عقل کا کوئی ترازو اِتنا سود مند ثابت نہیں ہؤا۔ کہ وہ گناہوں اور نیکیوں کو الگ الگ دو پلڑوں میں تولتے ہوئے توازن قائم رکھ سکا ہو۔ پھر یہ کہاں تک ممکن ہے۔ کہ انسان نیک کاموں کے ثمر کی توقع رکھتا ہؤا گناہوں کے تازیانہ سے بچ نکلے۔

دوسرے نمبر پر اُن کرموں کا ذکر آتا ہے۔ جو پھل سے بے تعلق ہو کر کئے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے کرموں میں نیکی و بدی کا امتیاز اٹھ جاتا ہے۔ اور انسان نتیجہ سے بے پرواہ ہو کر صرف اِس لئے کرم کرتا ہے۔ کیونکہ کرم کرنا اس کا کرتویہ ہے۔ اور یہی صحیح معنوں میں کرموں کا تیاگ کہا جا سکتا ہے۔

"ادھیائے چوتھا۔ شلوک نمبر ۲۰

" جو کرموں کے پھل کا خیال چھوڑ کر کرم کرتا اور ہمیشہ مطمئن اور آزاد رہتا ہے۔ وہ کرم کرتا ہوا بھی کچھ نہیں کرتا۔"

---

اِسی ادھیائے کے انتیسویں شلوک میں پران اور اُپان کا ذکر آیا ہے۔ جس کی تشریح ضروری محسوس ہوتی ہے۔
وایو کی دراصل پانچ قسمیں تسلیم کی گئی ہیں۔ بقول کبیر صاحب ؎

پانچ پون کا کھیل ہے جتنا ہے برہمنڈ
جیسے برتیں انڈ میں تیسے برتیں پنڈ

بھگت کبیر

یہ پانچوں قسمیں۔ سمان۔ پران۔ اُپان۔ ویان اور اودان وایو کے ناموں سے منسوب کی گئی ہیں۔

(۱) **سمان وایو**:۔ جو ایک حالت پر خلا کی صورت میں قائم ہے اور باقی چاروں کا منبع ہے۔

(۲) پران وایو:- جو سانس ہم باہر سے اندر کی جانب کھینچتے ہیں۔ اس کا مرکز دِل ہے۔

(۳) اُپان وایو:- جو سانس ہم اندر سے باہر کو لوٹا دیتے ہیں۔ اس کا مرکز پتّہ ہے۔

(۴) ویان وایو:- اس کا مرکز پھیپھڑے ہیں اور یہ غذا کو اعضا تک پہنچاتی ہے۔ اور جسم کی پرداخت میں ممدو ثابت ہوتی ہے۔

(۵) اودان وایو:- یہ اِنسانی جسم میں خاکی ذرّات کی صورت میں موجود ہے۔ اس کا کام بیرونی اِعضا کو حرکت دینا ہے۔ اس کا مرکز جگر ہے۔

اِنسانی جسم کے باہر وایو کی یہی پانچوں قسمیں:-

| خلا | ہوا | حرارت | مادۂ باردہ | اور | زمین |
|---|---|---|---|---|---|
| سمان وایو | پران وایو | اُپان وایو | دیان وایو | | اودان وایو |

کی صورت میں موجود ہیں۔

ادم ـــــ ادم ـــــ ادم

# ادھیائے پانچواں

۱۔ ارجن نے کہا۔ اے کرشن! آپ کبھی تو کرم سنیاس کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور کبھی کرم یوگ کی ہدایت کرتے ہیں۔ اِن دونوں میں سے جو بہتر ہو۔ آپ وہ مجھے بتلائیے۔

۲۔ شری کرشن جی کہنے لگے ۔ اے ارجن! کرم سنیاس اور کرم یوگ دونوں ہی مُکتی کے راستے ہیں۔ مگر اِن دونوں میں کرم یوگ

بڑھ کر ہے۔

۳۔ اے ارجن! جو اِنسان حسد اور حرص سے مبّرا ہے۔ اور جس پر سُکھ دُکھ کا کوئی اثر نہیں۔ وہ جلد ہی بندھنوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔

۴۔ سانکھ اور یوگ کو جو منش الگ الگ خیال کرتا ہے وہ مورکھ ہے کیونکہ اِن میں سے کِسی ایک میں کمال حاصل کرنے سے دوسرے کا پھل خود بخود حاصل ہو جاتا ہے۔

۵۔ سانکھ اور یوگ دونوں کے پیرو ایک ہی مقام پر پہنچتے ہیں اس لئے جو پُرش انہیں یکساں سمجھتا ہے۔ وہی عقلمند ہے۔

۶۔ کرم یوگ کے بغیر کرم سنیاس کو حاصل کرنا کٹھن ہے۔ کرم یوگی برہم کی پراپتی جلد حاصل کر لیتے ہیں۔

۷۔ اے ارجن جس نے کرم سدھی حاصل کر لی ہے۔ جس کا من شُدھ ہے۔ جس نے اِندریوں کو قابو کر لیا ہے۔ وہ منش کرم کرتا ہُوا بھی کچھ نہیں کرتا۔

۸۔ ۹۔ دیکھتے۔ سُنتے۔ چھُوتے۔ سونگھتے۔ کھاتے۔ چلتے۔ سانس لیتے بولتے۔ چھوڑتے لیتے۔ آنکھ کھولتے۔ بند کرتے کرم یوگی یہی خیال کرتا ہے۔ کہ مَیں کچھ نہیں کرتا۔ اور صرف اِندریاں ہی اپنا کام کر رہی ہیں۔

۱۰۔ جس طرح کنول کا پتہ پانی میں رہتے ہوئے پانی سے الگ رہتا ہے۔ اسی طرح وہ اِنسان اپنے کرم برہم ارپن کرتا ہُوا ان کے پھل

سے بے تعلق رہتا ہے۔ وہ کرم کرتا ہوا بھی کرموں سے آلودہ نہیں ہوتا۔

۱۱۔ اے ارجن یوگی لوگ۔ کرم پھل کی خواہش چھوڑ کر جسم۔ من۔ بدھی اور اندریوں سے آتم شدھی کے لئے کرم کرتے ہیں۔

۱۲۔ کرم پھل کی آشا چھوڑ کر یوگی مکت حاصل کرتے ہیں۔ لیکن کرم پھل کی خواہش رکھنے والے انسان ہمیشہ بندھنوں میں جکڑے رہتے ہیں۔

۱۳۔ وہ انسان جو اندریوں کو بس میں لا کر اس نو دروازے والے مکان یعنی جسم میں من سے تمام کرموں کی خواہش کو تیاگ کر شانتی پوروک رہتا ہے۔ وہ موہ کے دور ہو جانے کے باعث نہ تو خود کچھ کرتا ہے۔ نہ کسی سے کچھ کرواتا ہے۔

۱۴۔ پار برہم پرمیشور نہ تو پرش کو بناتا ہے۔ نہ کرم کو اور نہ ہی کرم پھل کے سنیوگ کو۔ یہ سب پرکرتی سے ظہور میں آتے ہیں۔

۱۵۔ آتما کسی کے پاپ پن میں شریک نہیں ہوتی۔ لیکن کم فہم انسان اگیان کے باعث موہ میں پھنس جاتے ہیں۔

۱۶۔ لیکن جن لوگوں کی جہالت علمِ ذات کے ذریعہ دُور ہو جاتی ہے۔ انہیں یہ سورج کی طرح منور گیان اس پار برہم کا درشن کراتا ہے

۱۷۔ جن کا دھیان ہمیشہ پرماتما میں لگا رہتا ہے۔ جو فقط اسی کا آسرا رکھتے ہوئے اسی کی یاد میں محو رہتے ہیں۔ جن کے پاپ آتم گیان

کے ذریعہ نشٹ ہو گئے ہوتے ہیں موکش حاصل کرتے ہیں۔
۱۸۔ عالم اور علیم برہمن۔ گائے۔ ہاتھی۔ کتے اور چنڈال کو ایک ہی نظر سے دیکھتے ہیں۔
۱۹۔ جن کا من یکسانیت حاصل کر چکا ہے۔ انہوں نے اس جنم میں ہی سنسار کو جیت لیا ہے۔ ایسے مساوات کے قائل انسان پرماتما کی نشکلنک اور یکساں بھاؤ والی ذات میں شامل ہو جاتے ہیں۔
۲۰۔ جسے احساسات سے تعلق نہیں۔ جو رنج و راحت میں یکساں ہے اور جو موہ میں نہیں پھنستا۔ ایسا برہم کو جاننے والا برہم میں ہی لین رہتا ہے۔
۲۱۔ جو پُرش فناہ ہونے والی اشیاء میں دل نہیں لگاتا۔ اور برہم میں ہی مگن رہتا ہے۔ وہ لازوال سکھ کو حاصل کرتا ہے۔
۲۲۔ دنیاوی خواہشات ہمیشہ دُکھ کا کارن ہوتی ہیں۔ کیونکہ جس چیز کا آغاز ہے۔ اس کا انجام لازمی ہے۔ گیانی پُرش ان سے الگ رہتے ہیں۔
۲۳۔ جو انسان زندگی میں لذات حواس (کام۔ کرودھ۔ موہ۔ لوبھ۔ غرور وغیرہ) کو قابو میں لے آتا ہے۔ وہی اطمینانِ کامل حاصل کرتا ہے۔
۲۴۔ جو انسان آتما میں مگن و مسرور رہتا ہے اور آتما ہی میں پرماتما کو دیکھتا ہے۔ وہ یوگی برہم کو پراپت ہو کر مکتی حاصل کرتا ہے۔
۲۵۔ جو پاپوں کے بندھن سے چھوٹ گئے ہیں۔ جن کے شکوک مٹ

چکے ہیں جنہوں نے من پر قابو پالیا ہے۔ اور جو پرانی ماتر کی بہبودی میں لگے رہتے ہیں۔ ایسے گیانی مکتی حاصل کرتے ہیں۔

۲۶۔ جو آتما کو پہچانتے ہیں۔ جن کی خواہشات مٹ چکی ہوتی ہیں۔ اور جو حواس پر قابض ہیں۔ ایسے تارک ابدی سرور حاصل کرتے ہیں۔

۲۷۔ جو بیرونی تعلقات کو تیاگ کر اپنی نظر کو بھوؤں کے درمیان جمائے ہوئے پران اور اپان وایو کو برابر کر کے

۲۸۔ حواسِ دل و عقل پر قادر ہو جاتے ہیں۔ وہ ہمیشہ آزاد رہتے ہیں۔ اور نجات پاتے ہیں۔

۲۹۔ مجھے یگ و تپ کی رکھشا کرنے والا۔ اور خالقِ مخلوقات جاننے والا۔ روح کی شانتی حاصل کرتا ہے۔

——— سنیاس یوگ نامی پانچواں ادھیائے سمپورنم ———

# تشریح

## اَدھیائے پانچواں

کرم یوگ اور کرم سنیاس میں جو لوگ بھید خیال کرتے ہیں۔ ان کی مُورکھتا کا ذکر کرتے ہوئے بھگوان کرشن دونوں کو لازم وملزوم قرار دیتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ دونوں ایک ہی منزل کے رستے ہیں۔ جن کا بنیادی اصول ایک ہے۔

——— کرم سنیاس کہتے ہیں افعال سے بے تعلقی اختیار کرنے کو۔

——— کرم یوگ کہتے ہیں بے تعلق ہو کر افعال کرنے کو۔

ان دونوں کے پیرو کرم کی اصلیت سے واقف ہوتے ہیں۔ دونوں عالم باعمل ہیں۔ اور دونوں سنساری بندھنوں سے آزاد۔

ہمارے سامنے اب دو معیاری راستے ہیں۔ کہ جن کی تقلید انسان کو دنیاوی بندھنوں سے نجات دلاتی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان میں سے کونسا راستہ سہل اور مفید ہے۔

بھگوان کرشن ادھیائے اٹھارہواں شلوک نمبر ۱۱ میں فرماتے ہیں

شلوک نمبر ۱۱

"کوئی انسان کرموں کو مکمل طور پر ترک نہیں کر سکتا۔ اس لئے کرموں کے نتیجہ سے بے تعلق ہو جانا ہی مکمل تیاگ کہلاتا ہے۔"

پھر جب کرموں کا تیاگ ہی ناممکن ہے۔ اور انسان اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے کرم کرنے کے لئے مجبور ہے۔ تو کیوں نہ پھر بشر کرموں کے پھل سے بے نیاز ہو کر کرم کرے۔ کیونکہ نتیجہ کی خواہش نہ رکھنے پر وہ ہاتھ سے، پاؤں سے، دل سے، دماغ سے کام کرتا ہوا بھی کرموں کے بندھن میں نہیں پھنستا۔ پھر کرم یوگ کے بغیر کرم سنیاس کا حاصل ہونا بھی قریب ناممکن ہے۔

ادھیائے پانچواں شلوک نمبر ۶

"کرم یوگ کے بغیر کرم سنیاس کو حاصل کرنا کٹھن ہے۔ کرم یوگی برہم کی پراپتی جلد حاصل کر لیتے ہیں۔"

دراصل سانکھ اور یوگ ایک ہی پرندہ کے دو پر ہیں۔ ایک کو پکڑ لینے سے دوسرا خود بخود قابو میں آ جاتا ہے۔

ادھیائے پانچواں شلوک نمبر ۴

سانکھ اور یوگ کو جو شخص الگ الگ خیال کرتا ہے۔ وہ مورکھ ہے کیونکہ ان میں سے کسی ایک میں کمال حاصل کرنے سے دوسرے کا پھل خود بخود حاصل ہو جاتا ہے۔

بقول کبیر صاحب

یگ۔ تپ کرم۔ اُپاسنا دھیان جوگ اور سانکھ
سات جتن ہیں سانکھ تکھ جوں پنچھی کے پانکھ
بنا سانکھ پاوے نہیں پرم تتو کا بھید
کون ڈیو ریچھا کرے۔ یہی سانکھ ہے دیو
سانکھ کرے من شُدھ ہو بدھا جاوے نہیو
اُنت ملے تت کال پھل ایسا پرگٹ دیو
نرنے سانکھ بچار کا پھل آنند پہچان!
جتنا جس کو سانکھ ہے اُتنا آنند جان
سانکھ یوگ دو مانتا ہے مورکھ کا کام
کہنے ماتر جانیئے سانکھ یوگ دو نام
سانکھ یوگ کا ساتھ ہے وہی سانکھ وہی یوگ
سانکھ کیا جس وست کا وہی وست ہے یوگ
سانکھ یوگ کے بھید کو پرگٹ کروں بکھان
وست ایک جانی نہ تھی اب وہ جانی جان
وست سانکھ بن دور تھی ہوئی سانکھ سے پاس

وہی پاس وہی یوگ ہے ہوا پاس میں باس

اسی ادھیائے کے شلوک نمبر ۲۷، ۲۸ میں بھگوان کرشن نے دھیان کا ایک علمی طریق بیان کیا ہے۔ جسے مختلف مہاتماؤں نے مختلف ناموں سے موسوم کیا ہے۔ کسی نے اسے بھرکٹی دھیان کہا ہے۔ تو کسی نے سہج اوستھا۔ لیکن عموماً یوگی لوگ اس شغل کو "سُرت سادھنا" کہتے ہیں۔

بھگوان رام نے بھی اس شغل کی تعریف رام گیتا میں ذیل کے الفاظ میں کی ہے۔

جاگرت وشوا کار کو لاوے تیجس ماہیں
تیجس مٹی کو لین کرے پراگ مکار ے ماہیں
پراگ مٹی کو لین کرے تربا انبھ ماہیں
اسی دیش میں ہو رہے جہاں دوسرا ناہیں

ماخوذ از رام گیتا

جس وقت اِنسان اپنی نظر کو بھوؤں کے درمیان اس مقام پر کہ جہاں سے ناک کا بانسہ شروع ہوتا ہے۔ گاڑھتا ہے اور ناک کے ذریعہ سانس لینا شروع کرتا ہے۔ تو تھوڑے ہی عرصہ بعد تنفس میں گونا سکون پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور دماغ سے پراگندہ خیالات کا غبار اُٹھ جاتا ہے۔ تب اِنسان کامل

یکسوئی کے ساتھ اس پار برہم کی ارادھنا کر سکتا ہے۔
دھیان کا یہ عملی طریقہ دیگر سب شغلوں سے اعلےٰ بیان کیا گیا ہے۔

اوم —— اوم —— اوم

# اُدھیائے چھٹا

۱ - کرم پھل کی آشا چھوڑ کر جو شخص کرم کرتا ہے - وہی سنیاسی ہے - ہون وغیرہ نیموں کو تیاگ دینے والا تیاگی نہیں -

۲ - اے ارجن - جسے دُنیا سنیاس خیال کرتی ہے - تو اُسے یوگ سمجھ - کیونکہ پھل اور سنکلپ کو چھوڑے بغیر کوئی یوگی نہیں ہو سکتا -

۳ - گیان کے خواہشمندوں کو چاہیئے - کہ وہ نشکام کرم کریں - نشکام کرم

سے بردہ پوتّر ہو کر گیان حاصل ہوتا ہے۔ اور گیان سے شانتی۔

۴۔ وہی انسان کامل یوگی ہے۔ جس نے تمام اوہمات کو ترک کر دیا ہے۔ اور محسوسات کی طرف سے اپنی توجہ ہٹا لی ہے۔

۵۔ انسان کو چاہیئے کہ دِل کو پستی کی جانب مائل نہ ہونے دے۔ بلکہ عروج دینے کی کوشش کرے۔ کیونکہ دِل ہی انسان کا دوست ہے اور دل ہی دشمن۔

۶۔ جس نے دِل پر فتح حاصل کر لی ہے۔ اس کا دِل اُسکا دوست ہے۔ لیکن جو دل سے مغلوب ہو گیا ہے۔ اس کا دل ہی اس کا دشمن۔

۷۔ جس کو دِل پر قابو ہے۔ جو مطمئن ہے۔ جو احساسات سے مبرّا ہے۔ اُسے ہی شانتی حاصل ہے۔

۸۔ جس کا دِل علم و سرور سے معمور ہے۔ جو آزاد ہے۔ جسے اندریوں پر قابو حاصل ہے۔ جس کے لئے مٹی۔ پتھر اور سونا یکساں ہے۔ وہی کامل یوگی ہے۔

۹۔ جو دوست۔ دشمن۔ نیک و بد۔ بیگانے اور یگانے --- سب کو یکساں خیال کرتا ہے۔ اُسی کا مرتبہ افضل ہے۔

۱۰۔ یوگی کو واجب ہے کہ کسی تنہا مقام پر بیٹھ کر من کو قابو میں لاتے ہوئے خواہشات کو تیاگ کر پرماتما کی یاد میں محو رہے۔

۱۱۔ اور کسی پوتّر استھان پر گھاس پھوس مرگ چھالا یا کسی صاف

دستر کا بے حرکت آسن بنا کر۔

۱۲- دِل کو یکسو کر کے من اور اِندریوں کو قابو میں لا کر صفائیِ قلب کے لئے یوگ ابھیاس کرے۔

۱۳- جسم، سر اور گردن کو سیدھا رکھتے ہوئے اطراف و جوانب سے نگاہیں ہٹا کر ناک کے اگلے حِصّے پر گاڑے۔

۱۴- مستقل، مطمئن اور بے خوف ہو کر میرا تصوّر کرتا ہؤا میرے آسرے پر یوگ سادھن کرے۔

۱۵- جو یوگی اس طرح ہمیشہ من کو قابو میں رکھ کر شغل کرتا ہے۔ وُہی مکتی حاصل کرتا ہے۔

۱۶- اے ارجن! یوگ نہ تو اس اِنسان کو حاصل ہوتا ہے۔ جو زیادہ خوراک کھاتا ہے۔ اور نہ ہی اُسے جو بہُت کم غذا اِستعمال کرتا ہے۔ اِسی طرح نہ زیادہ جاگنے والے کو اور نہ ہی زیادہ سونے والے کو۔

۱۷- جو شخص اپنے فعلوں میں اعتدال کو مقدم خیال کرتا ہے۔ اعتدال سے کھاتا۔ پیتا۔ سوتا اور جاگتا ہے۔ وہی یوگ حاصل کر سکتا ہے۔

۱۸- جو شخص اپنی چِت برتیوں پر قابو پا لیتا ہے۔ اور تمام لذات کا شوق دُور کر دیتا ہے۔ وہی یوگی کہلاتا ہے۔

۱۹- جو شخص خیالات پر قابو پا چکا ہے۔ اس کا من اسی طرح سکون پاتا ہے۔ جس طرح چراغ کی لو ساکن ہوا میں۔

۲۰ - یوگ سے دِل قابو میں آ کر خواہشات نشٹ ہو جاتی ہیں - اور انسان خود میں اس لافانی برہم کا جلوہ دیکھ کر سرور حاصل کرتا ہے -

۲۱ - وہ سرور کہ جسے اندریوں سے تعلق نہیں - جو صرف شُدھ بُدھی سے حاصل کیا جاتا ہے - اس کی لذت سے دِل ڈانواں ڈول نہیں ہوتا -

۲۲ - جسے حاصل کرنے کے بعد کسی دیگر بہتر شے کی ضرورت باقی نہیں رہتی - اور جس حالت میں پہنچ کر انسان بھاری سے بھاری آزمائش میں بھی ثابت قدم رہتا ہے -

۲۳ - جس حالت میں پہنچکر دُکھ کا نام و نشان باقی نہیں رہتا - وہ یوگ سے حاصل ہوتی ہے - انسان کو دِل سے ہر قسم کے توہمات کو دُور کر کے یوگ میں مصروف ہونا واجب ہے -

۲۴ - یوگی کو چاہئیے کہ اُن تمام خواہشات کو جو خیال سے پیدا ہوتی ہیں تیاگ کر اور من کے ذریعہ اندریوں کو قابو میں لاکر

۲۵ - استقلال سے من کو آہستہ آہستہ خواہشات سے ہٹاکر آتما میں مگن ہو - اور کسی شے کا خیال دِل میں نہ لائے -

۲۶ - دِل اگر خواہشات کی طرف راغب ہو - تو اُسے قابو میں لاکر آتما میں لگائے -

۲۷ - جسے سکونِ دِل حاصل ہو جاتا ہے - وہ خواہشات کے بندھن سے

آزاد ہو کر پرماتما میں لین ہونے سے پاپوں سے رہت ہو جاتا ہے۔ اور پرم آنند حاصل کرتا ہے۔

۲۸۔ اس طرح من کو قابو میں رکھنے والا یوگی گناہوں سے آزاد ہو کر وصال حق کی لازوال راحت کو بآسانی حاصل کرتا ہے۔

۲۹۔ جو یوگی آتم گیان سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ وہ سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہوا۔ سب کو خود میں اور خود کو سب میں جانتا ہے۔

۳۰۔ جو سب کو مجھ میں اور مجھ کو سب میں دیکھتا ہے۔ اس سے نہ میں الگ ہوں۔ نہ وہ مجھ سے الگ ہے۔

۳۱۔ جو یوگی اختلاف کو چھوڑ کر مجھے کل مخلوقات میں مقیم جانتا ہے۔ وہ ہر حالت میں میری ذات میں رل جاتا ہے۔

۳۲۔ اے ارجن! جو ہر انسان میں آتما کو ایک سمجھتا ہے۔ اور دوسروں کے سکھ دکھ کو اپنے سکھ دکھ کی مانند جانتا ہے وہی پرم یوگی ہے

۳۳۔ ارجن نے کہا۔ اے مدھوسودن! آپ نے مساوات کا جو یہ اصول بیان کیا ہے۔ من کے چنچل ہونے کی وجہ سے دیرپا معلوم نہیں ہوتا۔

۳۴۔ اے کرشن۔ یہ من چنچل۔ اندریوں کو بھڑکانے والا۔ قوی اور سرکش ہے۔ اس من کو قابو میں لانا ہوا کے روکنے کی طرح مشکل نظر آتا ہے۔

۳۵۔ شری بھگوان جی کہنے لگے۔ اے ارجن۔ مانا کہ دل نہایت ہی

چنچل ہونے کے باعث مشکل سے بس میں آتا ہے۔ تو بھی ابھیاس اور ویراگ سے اسے قابو میں لایا جا سکتا ہے۔

۳۶۔ جن کا من قابو میں نہیں۔ وہ یوگ حاصل نہیں کر سکتے۔ لیکن جنہوں نے کوشش سے من کو قابو میں کر لیا ہے۔ ان کے لئے یوگ حاصل کرنا مشکل نہیں۔

۳۷۔ ارجن نے کہا۔ اے کرشن! جو اِنسان من کو قابو میں نہیں لا سکتا لیکن شردھا سے بھرپور ہے۔ یوگ کا درجۂ کمال حاصل نہ ہونے سے اس کا کیا حشر ہوگا۔

۳۸۔ کیا وہ شخص دونوں طرف سے ناقص رہنے کے باعث بادل کے آوارہ ٹکڑوں کی مانند فنا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ سکون نہ حاصل کر سکنے کے باعث مارگ سے بھٹکا ہُوا ہوتا ہے۔

۳۹۔ اے کرشن آپ ہی میرے اس شک کو دُور کر سکتے ہیں۔ کیونکہ آپ کے سوا اور کوئی اس شک کو دُور کرنیوالا نظر نہیں آتا۔

۴۰۔ بھگوان کرشن نے فرمایا۔ اے ارجن اس کی محنت اس لوک یا اُس لوک میں رائیگاں نہیں جاتی۔ کیونکہ نیک کرم کرنے والے اِنسان کبھی دُرگتی کو پراپت نہیں ہوتے۔

۴۱۔ یوگ سے یوں بے بہرہ رہ جانے والے اِنسان کافی عرصہ تک مہاتماؤں کے عالم میں رہنے کے بعد پھر یا تو دھرماتما اور دولتمندوں کے گھر پیدا ہوتے ہیں۔

۴۲ - یا وہ بہت ہی دانشمند یوگیوں کے گھر جنم لیتے ہیں - اے ارجن ایسے جنم سنسار میں شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں -

۴۳ - پچھلے جنم کے نیک افعال کے باعث اُنہیں عقلِ سلیم حاصل ہوتی ہے - اور وہ اس جنم میں درجۂ کمال حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں -

۴۴ - سابقہ یوگ ابھیاس کے باعث وہ خود بخود یوگ سدھی میں محو ہو جاتے ہیں - اور کمال حاصل کرتے ہیں -

۴۵ - اس طرح وہ یوگی کئی ایک جنموں کے بعد پاپ سے رہت ہو کر مکتی حاصل کرتے ہیں -

۴۶ - یوگی - تپسویوں - گیانیوں اور کرمچاریوں سے افضل ہے - اسلئے اے ارجن ! تو یوگی بن -

۴۷ - اے ارجن ان یوگیوں میں بھی جو شردھا کے ساتھ میرا جاپ کرتا ہے وہ سب سے افضل ہے -

آتم سیم یوگ نامی چھٹا ادھیائے سمپورنم
دھیان

تیاگی کرم پھل کی خواہش کو تیاگ دینے والا ہے۔ نیموں کو تیاگ دینے والا تیاگی نہیں۔ وہ آلسی ہے۔ جو انسان کرم کرنا ہی چھوڑ دیتا ہے۔ وہ دراصل خود گمراہ ہوتا ہے۔ ناواقفیت کی وجہ سے اس سے اچھے کرم بھی چھوٹ جاتے ہیں۔ اور اس طرح وہ ایشور بھگتی۔ ہون۔ یگیہ وغیرہ نیموں کو تیاگ دینے سے ترقی کے راستہ سے ہٹ جاتا ہے۔ پھر اس کا تیاگ من کی شانتی کے بجائے من کی کلپنا کا باعث ہوتا ہے۔

یہاں بھگوان کرشن نے اس عالمگیر حقیقت کو بیان کیا ہے۔ کہ جس کے اصول پہ دنیا میں نیکی کا قیام ہے "نیکیاں کبھی فنا نہیں ہوتیں" اور نہ ہی

نیک کاموں کا بُرا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ ظاہر بیں نگاہوں کے لئے نیک کاموں کا انجام دلشکن بھی ہو۔ لیکن علم ذات سے واقف انسان اس سے ہراساں نہیں ہوتے۔ نیک کرموں کے ثمرہ کے طور پر انسان دوسرے جنم میں کسی صاحبِ کمال اور عقلمند انسان کے گھر پیدا ہوتا ہے اور قدرت سے عقلِ سلیم حاصل ہونے کے باعث اس جنم میں اعمال کو زیادہ منوّر اور ارفع بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور انجام کار گناہوں کے بندھن سے چھوٹ کر مُکتی حاصل کرتا ہے۔

اسی ادھیائے میں بھگوان کرشن من کو قابو میں لانے کا ایک عملی شغل بھی بیان فرماتے ہیں جسے بالفاظِ دیگر "ناساگر دھیان" یا "ناساگر دھارنا" کہتے ہیں اس کی مفصل تشریح ۱۰ تا ۱۴ اشلوک میں کی گئی ہے، اس عمل کے زیر اثر من میں یکسانیت پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ اور صفائی قلب حاصل ہوتی ہے۔ جو کہ سمرت سادھنا کے لئے مقدم ہے۔

پچھلے ادھیائے میں دھیان کے ایک عملی طریقہ "سمرت سادھنا" کا بیان ہے۔ جس کے ذریعہ گیانی لوگ اس پار برہم کے دھیان میں محو ہو کر مکتی حاصل کرتے ہیں۔ لیکن ہر ایک انسان چونکہ فطرتاً روشن ضمیر پیدا نہیں ہوتا۔ نہ ہی ہر ایک کے لئے یہ ممکن ہے۔ کہ وہ من کو قابو میں لا کر دھیان میں محو رہ سکے۔ اسی لئے اس ادھیائے میں "ناساگر دھیان" کا طریقہ درج کیا گیا ہے۔ جس کے ذریعہ سرکش اور چنچل من کو قابو میں لانے کے بعد "سمرت سادھنا" کے طفیل انسان اپنی آتما میں اس پار برہم پرماتما کی ذات

کا عکس دیکھ کر روحانی سرور حاصل کرتا ہے۔ اور جنم مرن کے بندھن سے چھوٹ جاتا ہے۔

یوگ حاصل کرنے کے لئے بھگوان کرشن فرماتے ہیں۔ کہ انسان کی عادات میں اعتدال ہونا لازم ہے۔ کیونکہ جس کے نیم کسی اصول کے تحت نہیں۔ اس کے لئے من کو قابو میں لا کر یکسانیت حاصل کرنا ناممکن ہے۔ جو کھاتے وقت یہ نہیں سوچتا کہ اُسے کتنا کھانا چاہیئے۔ اور جب سونے کے لئے بستر پر جاتا ہے۔ تو پہروں ہی سویا کرتا ہے۔ وہ بھلا روحانی ترقی کیا حاصل کرے گا۔

اوم ——— اوم ——— اوم

# اَدھیائے ساتواں

۱۔ بھگوان کرشن نے فرمایا۔ اے ارجن مجھ میں دل لگا کر اور میرا ہی بھروسہ رکھ کر مجھ میں واصل ہونے کا جو ذریعہ ہے۔ اُسے اب میں تجھ سے بالتشریح بیان کرتا ہوں۔

۲۔ میں اس علم اشراق (روشنی دینے والے علم۔ گیان اور وگیان یوگ) کا تجھ سے بیان کرتا ہوں۔ کہ جسے جاننے کے بعد کسی اور علم کو

جاننے کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔

۳۔ ہزاروں انسانوں میں سے کوئی کوئی درجہ کمال حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور ان میں سے بھی معدودے چند مجھے پہچانتے ہیں۔

۴۔ پرتھوی۔ جل۔ وایو۔ اگنی۔ آکاش۔ من۔ بدھی اور اہنکار یہ میری آٹھ مختلف قدرتیں ہیں۔

۵۔ یہ آٹھ صفات ادنےٰ درجہ کی ہیں۔ سب سے اعلیٰ قوت کہ جس سے اس عالم کو قیام ہے۔ وہ مادہ حیات ہے۔ جسے جیو کہتے ہیں۔

۶۔ اسی سے تمام روحوں کی پیدائش ہوتی ہے۔ یا یوں سمجھ لیجئے کہ اس دنیا کی پیدائش میری ہی ذات سے ہوئی ہے۔ اور فناہ کے بعد یہ مجھ میں ہی جذب ہو جائیگی۔

۷۔ اے ارجن مجھ سے برتر اور کوئی ہستی نہیں۔ یہ دنیا مجھ میں اس طرح پروئی ہوئی ہے جس طرح تاگے میں موتی۔

۸۔ اے کنتی پترا پانی میں ذائقہ۔ چاند اور سورج میں روشنی۔ سب ویدوں میں اونکار۔ آکاش میں شبد۔ اور انسانوں میں مردانگی کی صورت میں میرا ہی جلوہ ہے۔

۹۔ میں ہی پرتھوی میں خوشبو۔ آگ میں حرارت۔ ذی روحوں میں مادۂ حیات یعنی جیو اور تپسیوں میں ریاضت تپسیا ہوں۔

۱۰۔ اے ارجن۔ تو مجھے کل مخلوقات کا منبع تصور کر۔ میں ہی عاقلوں میں عقل۔ اور تپسیوں میں تیج ہوں۔

۱۱- طاقتوروں میں وہ طاقت جو خواہش اور شوق سے مبرا ہے۔ اور انسانوں کی وہ خواہش جو سچائی اور دھرم کے مطابق ہے۔ میں ہی ہوں۔

۱۲- جتنے بھی ستوگنی۔ رجوگنی۔ تموگنی خواص ہیں۔ ان سب کا ظہور میری ہی ذات سے ہے۔ وہ مجھ میں مقیم ہیں (وہ مجھ سے ظہور میں آتے ہیں) میرا اُن سے قیام نہیں (میں ان کی وجہ سے ظہور میں نہیں آیا)

۱۳- رجوگنی رتموگنی رستوگنی یہ تینوں خواص تمام عالم کو موہ میں پھنسائے ہوئے ہیں۔ اور ان ہی کے باعث یہ کل عالم مجھ لازوال کو جو ان سے برتر ہے پہچان نہیں سکتا۔

۱۴- ان خواص کے ناپیدا کنار دریا کو عبور کرنا از حد مشکل ہے۔ لیکن جو لوگ میرا آسرا لیتے ہیں۔ وہ اس دریا کو عبور کر لیتے ہیں۔

۱۵- ادنےٰ درجہ کے بد اعمال اور کم عقل انسان جو اِن خواص کے طلسم میں پھنس کر خود کو بھلا بیٹھتے ہیں۔ اور شیطانی خصلتیں رکھتے ہیں۔ وہ مجھے نہیں پا سکتے۔

۱۶- اے ارجن مجھے یاد کرنے والے نیک انسان چار قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) مصیبت زدہ (۲) عاقبت کا خیال رکھنے والے (۳) غرض مند (۴) عارف یعنی گیانی۔

۱۷- ان سب میں گیانیوں کا درجہ افضل ہے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ یکسوئی قلب سے میری ہی بھگتی میں مصروف رہتے ہیں۔ ایسے گیانیوں کو میں از حد عزیز ہوں اور وہ مجھے عزیز۔

۱۸ - بھگت چاروں قسم کے اچھے ہیں۔ لیکن گیانی مجھے سب سے پیارے ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ علم ذات سے آگاہ ہونے کے باعث میرے ارفع مقام تک پہنچتے ہیں۔

۱۹ - گیانی لوگ کئی ایک جنموں کے بعد علم ذات سے آگاہ ہو کر یہ جان کر کہ تمام انسانوں میں روح ایک ہے مجھ میں مل جاتے ہیں۔ لیکن ایسے گیانی عتقاد بہت کم ہوتے ہیں۔

۲۰ - نفس پرست انسان دنیاوی خواہشات کے چکر میں پڑ کر انواع اقسام کی اغراض کے لئے مختلف دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں۔

۲۱ - جو عقیدتمند کسی خاص عقیدہ کے ماتحت کسی خاص دیوتا کی پوجا کرتے ہیں میں اسی دیوتا کے سروپ میں موجود ہو کر اسکے عقیدہ کو پختہ کرتا ہوں۔

۲۲ - جو شخص اعتقاد کے ساتھ جس دیوتا کی پرستش کرتا ہے۔ میں اس کے مقصد کو اسی دیوتا کے ذریعہ کامیابی بخشتا ہوں۔

۲۳ - ان کی پرستش کا وہ پھل ختم ہو جانے والا ہوتا ہے۔ لیکن میرے بھگت میری ذات میں وصل ہو جاتے ہیں۔

۲۴ - کم عقل انسان میری لازوال اور اعلیٰ حقیقت سے ناآشنا ہونے کے باعث میرے اُتم سروپ کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ وہ نہیں سمجھ سکتے کہ میں نے ہی مادہ حیات (روح) جیوا کی صورت میں اس قالب میں ظہور پایا ہے۔

۲۵ - مایا کے پردہ میں چھپا ہونے کے باعث میرا جلوہ ہر ایک شخص کو نظر نہیں آتا۔ یہ عالم غفلت میں گرفتار ہونے کے باعث میری ذات کو جو فنا

اور پیدائش سے بالاتر ہے نہیں جان سکتا۔

۲۶۔ اے ارجن! موجودہ۔ گذشتہ اور آئندہ پیدا ہونے والی مخلوقات کے علم سے میں آگاہ ہوں لیکن میری ذات سے آگاہ کوئی ہستی نہیں۔

۲۷۔ خواہشات اور بیگانگی کے خیالات کے باعث دُنیا کی کل مخلوق غفلت میں پھنسی ہوئی ہے۔

۲۸۔ جن با اعتقاد انسانوں کے گناہ نیک افعال کے باعث معدوم ہو جاتے ہیں۔ وہ علم ذات سے آگاہ ہو کر میری ہی یاد میں مشغول رہتے ہیں

۲۹۔ جو لوگ زندگی اور موت سے نجات پانے کے لئے مجھ تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ برہم۔ ادھیاتم اور کرم سے بخوبی آگاہ ہوتے ہیں۔

۳۰۔ آدھی بھوت۔ آدھی دیو۔ آدھی یگیہ میری ہی صفات ہیں۔ انہیں سمجھنے والے مرتے وقت بھی میرے درشنوں کی اہمیت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔

——— گیان اور وگیان یوگ نامی ساتواں ادھیائے سمپورنم ———

# تشریح

## ادھیائے ساتواں

بھگوان کرشن اِس ادھیائے میں ارجن کو علمِ ذات کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

ادھیائے ساتواں شلوک نمبر ۲

"میں اس علمِ اشراق کا تجھ سے بیان کرتا ہوں۔ جسے جاننے کے بعد کسی اور علم کو جاننے کی ضرورت نہیں رہتی۔"

بھگوان کرشن نے اس ادھیائے میں آٹھ اجزائے عالم یعنی پرکرتیوں کا ذکر کیا ہے۔ اور ان سب سے افضل نویں پرکرتی مادہ حیات یعنی جیو کو کہا گیا ہے۔ یہ جیو سب جانداروں میں ایک بتلایا گیا ہے۔ اور جسوقت

انسان اس بھید کو سمجھ لیتا ہے جب وہ یہ پہچان لیتا ہے۔ کہ جیو جز و ہے۔ کل یعنی برہم کا۔ تو اس کیلئے اور کچھ جاننا باقی نہیں رہتا۔ اس وقت اُسے ہر ذات میں برہم کا جلوہ نظر آنے لگتا ہے۔ اور یہی اس ادھیائے کی تعلیم ہے مجھے جاننے کیلئے پہلے خود کو سمجھو پھر تمہیں مجھے جاننے کی بھی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ کیونکہ میں ہی ہر ذات میں جلوہ گر ہوں۔ سے

"اپنے من میں ڈوب کر پا جا سُراغِ زندگی"

آٹھ پرکرتیاں جن کا بھگوان کرشن نے اس ادھیائے میں ذکر کیا ہے۔ وہ پرتھوی۔ جل۔ وایو۔ اگنی۔ آکاش۔ من۔ بدھی اور اہنکار ہیں۔ اہنکار سے عوام غرور اور تکبر کے معنی اخذ کرتے ہیں۔ لیکن اسکے لغوی معنی "جاننے" یا "سمجھنے" کے ہیں۔ بقول کبیر صاحب

ساتُ دھان برنن کئے گیتا میں بھگوان
چیتن کو اشٹم کہا یہی بات پرمان

ان سات پرکرتیوں میں سے بھی من اور بدھی کو سوکشم یعنی لطیف خیال کیا گیا ہے۔ اور باقی پانچ پرکرتیوں کو پانچ "مہا بھوت" یعنی اجزائے عالم کہا گیا ہے

| | |
|---|---|
| "پانچ مہا بھوت" | آکاش۔ وایو۔ اگنی۔ جل۔ پرتھوی۔ |
| " " گُن " | شبد۔ سپرس۔ رُوپ۔ رس۔ گندھ |
| " " گیان اندری " | کان۔ پوست۔ آنکھ۔ زبان۔ ناک |
| " " کرم اندری " | ہاتھ۔ پاؤں منہ مقام بول مقام براز |
| " " پران " | سمان۔ پران۔ اپان۔ ویان۔ اودان |

ان پچیس کو پرپنچ کہتے ہیں۔

سات پرکرتیوں کے اجتماع یعنی کل کا نام "تت پد" یا ایشر" ہے۔ اور جزو کا نام تم پد یا جیو ہے۔ ان ہی سات پرکرتیوں کی تقسیم پر

سات لوک :۔ بہو ۔ بہوہ ۔ سوہ ۔ مہا ۔ جنا ۔ تپ اور ست

سات دیوتا :۔ واسدیو ۔ اندر ۔ رودر ۔ مرت ۔ اگنی ۔ ورن اور کبیر

سات طبقہ زمین :۔ اتل ۔ بتل ۔ سوتل ۔ تلاتل ۔ رساتل ۔ مہاتل اور پاتال

سات سمندر :۔ دودھ ۔ دہی ۔ گھی ۔ شہد ۔ شراب ۔ آبِ شیریں اور آبِ تلخ

سات ستارے :۔ زحل ۔ مشتری ۔ مریخ ۔ شمس ۔ زہرہ ۔ عطارد اور قمر

سات دن :۔ ایت ۔ سوم ۔ منگل ۔ بادھ ۔ برہسپت ۔ شکر اور سنیچر

سات مادہ جسمانی :۔ نطفہ ۔ ہڈی ۔ گوشت ۔ چربی ۔ خون ۔ پسینہ اور پیشاب

سات سُر :۔ سر ۔ رکھب ۔ گندھار ۔ مدھم ۔ پنچم ۔ دھیوت اور نکھاد

قائم کئے گئے ۔

نظرِ کل میں اہنکار یعنی چینتن کارن ہے ۔ اور یہ دُنیا کارن سے سوکشم اور سوکشم سے استھول ہو کر ظہور میں آئی ہے ۔ جیسا کہ مندرجہ چارٹ سے ظاہر ہے ۔

برہم

| | | | ستوگن | رجوگن | تموگن | خواص | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| کارن: | ابہو | چینتن | اِچھا | کامنا | نیچ | شانتی | اِستھتی | ہے ہنتا اہنکا |
| سوکشم | گیان | چِت | شبد | سپرش | روپ | رس | گندھ | ہے ہرنیہ گربھ |
| استھول | بدھی | من | آکاش | پون | اگنی | جل | پرتھوی | ہے پرجاپت |

ان ہی ستوگنی ۔ رجوگنی ۔ تموگنی خواص کے چکر میں پھنسے ہوئے انسان اس

پار برہم کو جو سب سے بالا ہے سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں نفس اور خواہشات کے پھندوں میں الجھے رہنے سے ہم اس لازوال ہستی کو جو ہر وقت اور ہر لمحہ ہمارے ساتھ ہوتی ہے پہچاننے تک کی کوشش نہیں کرتے۔ ہماری حالت ہو بہو اس مخبوط الحواس انسان کی سی ہے۔ جو روپے تو اپنے پاکٹ میں رکھے ہوتا ہے۔ لیکن کمرہ میں ادھر اودھر اُن کی تلاش میں وقت ضائع کرتا رہتا ہے۔ یا اس پرندہ کی مانند جو گندم کے ڈھیر سے اڑ کر دُور بہت دُور جانے کی تلاش میں بھٹکتا ہوا چلا جاتا ہے۔

اسی لئے بھگوان کرشن فرماتے ہیں

ادھیائے ساتواں شلوک نمبر ۲۴

"۲۴۔ کم عقل انسان میری لازوال اور اعلیٰ حقیقت سے ناآشنا ہونیکے باعث میرے اُتم سروپ کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ وہ نہیں سمجھ سکتے کہ میں نے ہی مادہ حیات (رُوح۔جیو) کی صورت میں اس قالب میں ظہور پایا ہے"

دُنیا ایک بہت بڑی مالا کی مانند ہے۔ جس میں ہر ایک انسان کی ہستی ایک دانہ (منکا) کے برابر ہے۔ اور یہ دانے روح یعنی جیو کے ذریعہ آپس میں پروئے ہوئے ہیں یہی جیو یا روح جزو ہے اس کل کا جسے ہم پار برہم پرمیشور کہتے ہیں۔

اوم —— اوم —— اوم

# ادھیائے آٹھواں

۱ - ارجن نے کہا - اے پرشوتم۔ "برہم"۔ "آدھیاتم" اور "کرم" کی کیا صفت ہے - آدھی دیو اور آدھی بھوت کسے کہتے ہیں -

۲ - اے مدھوسودن - اس دیہہ میں آدھی یگیہ کیا ہے - اور اپنی آتما کو پہچاننے والے انسان آخری وقت میں آپ کا دھیان کیونکر رکھ سکتے ہیں -

۳ - بھگوان کرشن نے فرمایا - اے ارجن برہم وہ ہے - جسے فنا نہیں

جو لازوال ہے۔ ادھیاتم سے مراد انسان ہے۔ کرم اس فعل کو کہتے ہیں جس سے اِس دُنیا کی پیدائش واقع ہوئی۔ اور جو اس کے قیام کا موجب ہے

۴۔ آدھی بھوت سے مراد جڑھ یعنی یہ جسم ہے۔ جو ایک فناہ ہو جانے والی چیز ہے آدھی دیو سے روح یا جیو کو کہتے ہیں۔ جیسے آدھی یگیہ کہا گیا ہے۔ وہ میری ذات ہے۔

۵۔ مرتے وقت جو میرا تصور کرتا ہوا جسم چھوڑتا ہے۔ وہ بلاشبہ مجھ میں مل جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔

۶۔ جو شخص جس چیز کا تصور کرتے ہوئے جسم چھوڑتا ہے۔ وہ اپنی اُس وقت کی خواہش کے مطابق اُسی شے کو حاصل کرتا ہے۔

۷۔ لہذا میدانِ جنگ میں لڑتے ہوئے تُو ہر وقت میرے تصور میں محو رہ۔ اس طرح یقیناً تُو مجھے پائے گا۔

۸۔ اے ارجن! دل کو ابھیاس کے ذریعہ میرے تصور میں لگانے سے بلاشبہ تُو میرے حیرت افزا اتم پد (پاک مقام) کو پہنچے گا۔

۹-۱۰۔ جو انسان آخری وقت میں نفس کو روک کر بھوؤں کے درمیان اُس واقفِ علوم، قدیم سے قدیم، محرک، لطیف سے لطیف، عالم کو قائم رکھنے والی، تصور سے بالا، آفتاب سے زیادہ منور۔ اور تاریکیوں سے مبرا ذات، کا تصور یکسوئی قلب سے کرتا ہے۔ وہ اُسی اعلیٰ اور ارفع ذات کے وصال سے بہرہ ور ہوتا ہے۔

۱۱۔ وید کے عالم جس پدوی کو اکشر یعنی لازوال بتاتے ہیں جسے

حاصل کرنے کے لئے یوگی تعلقات سے منہ موڑ لیتا ہے - اور جس کے طالب برہمچریہ اختیار کرتے ہیں - اب اس ارفع مقام کا ذکر سُن -

۱۲ - ۱۳ - اندریوں کے سب دروازوں کو بند کر کے دل کو دل میں لاتے ہوئے سانس کو ام الدماغ (دماغ سے پہلے آنے والی یعنی دماغ سے اُوپر - دسویں دوار) میں قائم کر کے یوگ میں محو ہو کر اوم اکھشر کا جاپ کرتے ہوئے جو جسم چھوڑتا ہے - وہ میرے اس اعلیٰ مقام کو پہنچتا ہے -

۱۴ - اے ارجن! یکسوئی دل کے ساتھ جو یوگی ہر لحظہ میرا ہی نام جپتا ہے - وہ مجھ سے بآسانی مل جاتا ہے -

۱۵ - ایسے صاحبِ کمال جو معراج کمال تک پہنچ کر میری ذات میں مل گئے ہیں وہ آواگون کے چکر میں نہیں پھنستے -

۱۶ - اے ارجن! برہم لوک تک جس قدر مقام ہیں - ان سب میں تغیر و تبدل یعنی گردش رہتی ہے - لیکن مجھ سے مل جانے کے بعد انسان گردش سے یعنی جنم مرن سے چھوٹ جاتا ہے -

۱۷ - برہما کے دن اور رات کی مدت ہزار ہزار یگ ہے - جو اس امر سے آگاہ ہیں - وہ شب و روز کی ماہیت سمجھتے ہیں -

۱۸ - برہم کے دن میں کل موجودات ظہور میں آتی ہیں - اور رات کے ہونے پر پھر غائب ہو جاتی ہیں -

۱۹ - اے ارجن! یہ امر لازمی ہے - کہ یہ ساری کائنات رات کی آمد پر روپوش ہو جائے - اور دن نکلنے پر پھر ظہور میں آئے -

۲۰۔ اس ظاہری دُنیا سے بالا صرف وہی پوشیدہ و لازوال ذات ہے۔ جو کل دُنیا کے نابود ہو جانے پر بھی فنا نہیں ہوتی۔

۲۱۔ جس پوشیدہ ولازوال ذات کا میں نے ذکر کیا ہے۔ اور جس اعلیٰ وارفع مقام تک پہنچ کر انسان دوبارہ جنم نہیں لیتا۔ وہ میرا ہی پرم دھام ہے۔

۲۲۔ اے ارجن بھگتی (شغل) سے ہی انسان اس ذاتِ برتر سے کہ جو ہر شے میں محیط ہے۔ اور خالق المخلوقات ہے۔ مل سکتا ہے۔

۲۳۔ اے ارجن! اب میں تجھ سے وہ اوقات بیان کرتا ہوں۔ کہ جن میں یہ جسم چھوڑنے کے بعد یوگی لوگ دوبارہ جنم مرن کے بندھن میں نہیں پھنستے۔

۲۴۔ اگن جوت کے دن میں شکل پکش میں یا چھ ماہ اُتراین میں جو جسم چھوڑتے ہیں۔ وہ برہم کو پاتے ہیں۔

۲۵ اندھیری رات میں۔ کرشن پکش میں یا چھ ماہ دکھنائین میں مرنے والے چندرماں لوک تک پہنچ کر پھر واپس لوٹتے ہیں۔

۲۶۔ روشن و تاریک راستے قدیمی ہیں۔ ایک سے موکش ملتی ہے۔ دوسرے سے جنم مرن کا سلسلہ قائم رہتا ہے۔

۲۷۔ یوگی ان دونوں راستوں سے آگاہ ہونے کے باعث مغالطہ میں نہیں پڑتا۔ اس لئے اے ارجن تو یوگ کی جانب مائل ہو۔

۲۸۔ وید کے پڑھنے۔ یگیہ۔ تپ اور دان کرنے کا جو پھل مانا گیا ہے۔ یوگی لوگ علم معرفت سے آگاہ ہونے کے باعث اس پھل کی خواہش کو دل میں نہیں لاتے۔ اور اپنے ارفع مقام کو پہنچتے ہیں۔

# تشریح

## ادھیائے آٹھواں

خیالات کی دُنیا کس قدر ٹھوس اور مضبوط ہے۔ اِس ادھیائے میں اس امر کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ بھگوان کرشن نے اِس عظیم الشان طاقت کی تشریح کرتے ہوئے یہاں تک فرمایا ہے۔ کہ جو شخص مرتے وقت جس چیز کی خواہش یا خیال میں پران تیاگتا ہے۔ وہ بلاشک و شبہ اسی چیز کو حاصل کرتا ہے۔ پھر کیوں نہ اِنسان اس واحدِ لاشریک کے تصور میں اس فانی جسم کو الوداع کہے۔ اور اس نورانی نور میں مملو ہو کر راحتِ ابدی سے بہرہ ور ہو۔

لیکن کیا یہ ممکن ہے؟ کیا عام اِنسان آخری وقت میں اس پرم پتا پرماتما کا دھیان لا بھی سکتا ہے۔ ذیل کی سطور میں اس پر بحث کی جائے گی۔

یہ بات تو ادھیائے ساتواں شلوک نمبر ۳ سے اظہر ہے۔ کہ ہزاروں

انسانوں میں سے معدودے چند اس پار برہم کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اُن میں سے بھی بہت کم ایسے ہوتے ہیں جو اس تک پہنچتے ہیں۔ آخر اسکا سبب؟

دنیاداری کے پھندوں میں پھنسا ہوا انسان جب اس دُنیا کو الوداع کہنے لگتا ہے۔ تو ان کاموں کا تصور کہ جنہیں وہ ادھورا چھوڑ جاتا ہے۔ اور ان منصوبوں کو تکمیل تک پہنچانے کی خواہش کہ جنہیں وہ کل پہ چھوڑتا چلا آیا ہے۔ ایک آرزو بن کر دماغ میں گھومتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

اس وقت وہ خواہشات کی اس کلپنا میں حسرت و یاس سے اس دُنیاکو دونوں ہاتھوں سے تھامنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہی اعضا کہ جن پہ کبھی اُسے ناز ہوتا تھا اس کا ساتھ دینے سے انکار کرتے ہیں۔ اور وہ ایک بھر اس ایک پریشانی ایک دُکھ ایک شوک کے عالم میں اس دُنیا کو الوداع کہنے پہ مجبور ہوتا ہے۔ اس وقت کی یہ کلپنا اُسے دوبارہ اس دُنیا میں گھسیٹ لاتی ہے اور یہ دُکھ حقیقی طور پہ مصیبت بن جاتا ہے۔

گناہ آلود اور خواہشات سے لبریز زندگی بسر کرنے کے بعد یہ کہاں ممکن ہو سکتا ہے کہ آخری وقت میں انسان اس پار برہم کا تصور یکسوئی قلب کے ساتھ کر سکے۔ اسے تو دھیان ہوتا ہے۔ بیوی کا، بچوں کا۔ ڈاکخانہ میں جمع شدہ روپے کا۔ دساور سے آئی ہوئی ہنڈیوں کا۔ پھر ان خواہشات کی بھرمار میں پرماتما کی یاد کہاں گھسنے پاتی ہے۔

نشکام کرم کی تعلیم جو بھگوان کرشن نے تیسرے، چوتھے اور پانچویں ادھیائے میں دی ہے۔ وہی روحانی زندگی کا جزو اعظم ہے۔ خواہشات سے

دست برداری ہی انسان کو آخری وقت میں پرماتما کی یاد دلا سکتی ہے۔ اور یہ اسی حالت میں ممکن ہے۔ کہ انسان ابھیاس کے ذریعہ زندگی ہی میں روحانی شعور حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

اسی ادھیائے میں بھگوان کرشن نے ایسے اوقات کی تشریح کی ہے۔ جن میں جسم چھوڑنے پر یوگی لوگ دوبارہ جنم مرن کے چکر میں نہیں پھنستے۔ ظاہر بین انسان اس سے صرف یہی نتیجہ اخذ کریگا۔ کہ موت چونکہ اختیاری نہیں۔ اور مکتی حاصل کرنے کے اوقات مقررہ ہیں۔ اس لئے مکتی حاصل کرنا ایک حادثہ ہے۔ جو قدرتاً کسی خوش نصیب انسان کو پیش آسکتا ہے۔ اور ممکن ہے کہ ایک کامل یوگی اندھیری رات۔ کرشن پکش یا چھ ماہ دکھشائن میں پران تیاگنے پر دوبارہ جنم لینے کے لئے مجبور ہو۔ اسی طرح ایک کم فہم انسان اتفاقاً اگنی جوت کے دن شکل پکش یا چھ ماہ اترائن میں مرنے کے باعث موکش کا حقدار تصور کیا جائے۔ یہ امر تفصیلاً تشریح کے قابل ہے۔

اگنی جوت کا دن ظاہر کرتا ہے تپش اور روشنی کو۔ اسی طرح اندھیری رات سے مراد لی جاتی ہے خنکی اور تاریکی۔

اب تپش یعنی حرارت کا خاصہ ہے۔ اشیا کو لطیف بنانا اور انہیں جذب کر لینا۔ اور خنکی کا خاصہ ہے۔ لطیف اشیا کو ٹھوس مادی صورت میں تبدیل کرنا جیسے حرارت پانی کو بھاپ میں تبدیل کر کے بلندیوں میں پہنچا دیتی ہے لیکن خنکی پھر اس پانی کو قطروں کی شکل دے کر عالم موجودات میں لوٹا دیتی ہے ظاہر ہے کہ یہ الفاظ تشبیہ کے طور پر استعمال کئے گئے ہیں یہاں یہ بیان

کر دینا بھی سود مند ہو گا۔ کہ خنکی یعنی برودت کا مرکز چاند کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اور یہ امر چند رماں لوک تک پہنچ کر واپس لوٹنے کو اور بھی واضح طور پر عیاں کرتا ہے۔

اگنی جوت کے دن شکل پکش یا چھ ماہ اترائن سے مراد فقط اتنی ہے۔ کہ جو انسان گیان کی روشنی میں پران چھوڑتا ہے وہ مکتی پاتا ہے۔ اسی طرح اندھیری رات کرشن پکش اور چھ ماہ دکھنائین سے مراد اگیان کی تاریکی لی گئی ہے۔ اظہر ہے کہ اگیان کی تاریکی میں فنا ہونے والے انسان کے لئے دوبارہ جنم لینا اغلب ہے۔ پھر یہ کتنے افسوس کی بات ہے۔ کہ انسان استعارہ کو نہ سمجھ کر لغوی معنوں کو بجنسہٖ قبول کر لے۔

یہاں برہما کے دن اور رات کی تشریح کر دینا بھی ضروری محسوس ہوتا ہے۔ برہما کے دن کہ جس میں دُنیا ظہور میں آتی ہے۔ اور رات کہ جس میں دوبارہ غائب ہو جاتی ہے۔ کی میعاد سہنسر یگ بیان کی گئی ہے۔ سہنسر جو کہ ہزار کے معنی رکھتا ہے۔ اور بے انتہا تعداد کو ظاہر کرتا ہے۔ صرف یہ جتلانے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ کہ برہما کا دن ہو یا رات اس کی کوئی انتہا نہیں۔

اوم ——— اوم ——— اوم

# اُدھیائے نواں

۱۔ بھگوان کرشن نے فرمایا۔ اے ارجن! اب میں تمہیں وہ مخفی گیان بتاتا ہوں، جس سے آگاہ ہو کر تو وہم سے نجات پائے گا۔

۲۔ یہ علم سب علوم سے افضل، نہایت مخفی، پاک، اعلیٰ اور راست ہے۔ اس کا پھل بہت جلد ظاہر ہو جاتا ہے۔ یہ علم آسان بھی ہے۔ اور لازوال بھی۔

۳ - اے ارجن! جنہیں اس علم پر اعتقاد نہیں۔ وہ نہ تو میری ذات تک رسائی پا سکتے ہیں۔ اور نہ ہی انہیں آواگون سے نجات ملتی ہے۔

۴ - مَیں پوشیدہ طور پر ساری کائنات میں موجود ہوں۔ کل اجسام کا قیام میرے سبب سے ہے۔ لیکن میرا قیام ان کے سبب سے نہیں۔

۵ - تو میری قدرتِ کاملہ کا کرشمہ دیکھ کہ سب ذی روحوں میں موجود ہونے پر بھی مَیں سب سے علیحدہ ہوں۔

۶ - جس طرح ہوا آکاش میں محصور ہونے پر بھی آزاد ہے۔ اسی طرح میں کل موجودات میں موجود ہونے پر بھی سب سے علیحدہ ہوں۔

۷ - اے ارجن پرلے[1] کے وقت کل موجودات میری ذات میں محو ہو جاتے ہیں۔ اور پھر کلپ[2] کے وقت میں انہیں عالمِ ظہور میں لاتا ہوں۔

۸ - مَیں اپنی قدرت کے ذریعہ اس عالم کو بار بار نشو و نما بخشتا ہوا بھی کرموں سے آزاد ہوں۔

۹ - چونکہ مَیں ان کرموں سے بے تعلق رہتا ہوں۔ اس لئے یہ کرم مجھے پابند نہیں کر سکتے۔

۱۰ - اے ارجن میرے ہی اشارہ سے قدرت متحرک اور غیر متحرک اشیا کو وجود بخشتی ہے۔ ظہور اور کالعدم ہونے کا یہ سلسلہ یونہی جاری رہتا ہے۔

۱۱ - کم فہم اور جاہل انسان یہ سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ کہ کیونکر وہ صاحبِ عالم انسانی جامے میں مقیم ہو سکتا ہے۔

۱۲ - جھوٹی خواہشوں اور مہمل امیدوں میں پھنسے ہوئے کم فہم اور شیطانی

---

[1] فنا - قیامت - [2] ابتدائے آفرینش

خصلت رکھنے والے انسان رموزِ قدرت سے ناآشنا ہونے کے باعث
میری اعلیٰ حقیقت کو نہ سمجھتے ہوئے میری جانب رجوع نہیں کرتے۔

۱۳۔ اے ارجن جو مہاتما لوگ اعلیٰ صفات کے حامل ہوتے ہیں۔ وہ مجھے اس
عالم کو پیدا کرنے والا اور لازوال سمجھ کر میری یاد میں محو رہتے ہیں۔

۱۴۔ راسخ الاعتقاد انسان سچے دل سے میری اُپاسنا کرتے ہوئے ہمیشہ
میری بھگتی میں مشغول رہتے ہیں۔

۱۵۔ بعض گیان یگیہ کے پیرو وحدت کے قائل ہو کر میری پرستش کرتے
ہیں۔ اور کل اجسام میں مجھے محیط مانتے ہیں۔

۱۶۔ کرتو یہ۔ یگیہ۔ اناج۔ نباتات۔ منتر۔ گھی۔ اگنی اور آہوتی میں ہی ہوں۔

۱۷۔ اس کنبۂ عالم کا جنم داتا۔ بزرگ اور محافظ میں ہی ہوں۔ قابلِ شناخت
میری ہی ذات ہے ۔ اونکار میں ہی ہوں۔ رگ وید۔ سام وید
اور یجر وید بھی میں ہی ہوں۔

۱۸۔ منزلِ مقصود۔ پرورش کنندہ۔ مالک۔ شاہد۔ قیامگاہ۔ جائے پناہ۔ مددگار
مقامِ پیدائش وفناہ ان سب کا مخزن اور لافانی اصل اصول میں
ہی ہوں۔

۱۹۔ اے ارجن! سورج کی حرارت بارش۔ خشکی و تری۔ زندگی و موت
حق و باطل میرے ہی کرشمے ہیں۔

۲۰۔ تینوں ویدوں کے معتقد سوم رس پی کر گناہوں سے پاک ہو کر سورگ
کی خواہش میں نیک نیتی سے یگیہ کرنے والے سورگ میں پہنچ کر

عمدہ اور دلفریب لذات سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

۲۱۔ اور اس ارفع و مقدس مقام پر نیک افعال کا ثمرہ حاصل کرنیکے بعد وہ دوبارہ عالم فانی میں داخل ہوتے ہیں۔ اس طرح تینوں ویدوں کے معتقد جو خواہشات کے پابند ہو کر یگیہ کرتے ہیں۔ وہ آواگون کے چکر میں پھنسے رہتے ہیں۔

۲۲۔ جو لوگ یکسوئی قلب کے ساتھ خوش اعتقادی سے میری پرستش کرتے ہیں۔ اور ہمیشہ میری یاد میں محو رہتے ہیں۔ ان کی امداد اور ان کی حفاظت میں خود کرتا ہوں۔

۲۳۔ دوسرے دیوتاؤں کے پرستار جو اعتقاد کے ساتھ ان کے نام پر یگیہ کرتے ہیں۔ وہ بھی بے قاعدہ طور پر میری ہی بھگتی کرتے ہیں۔

۲۴۔ میں سب یگیوں کو قبول کرنیوالا اور معبود ہوں۔ جو میری اس حقیقت سے آگاہ نہیں۔ وہ ہمیشہ گردش میں رہتے ہیں۔

۲۵۔ دیوتاؤں، پتروں (مرے ہوئے بزرگوں) اور بھوتوں کو پوجنے والے بالترتیب اُن ہی سے مل جاتے ہیں۔ صرف میری پرستش کرنے والے مجھکو پاکر پرم آنند حاصل کرتے ہیں۔

۲۶۔ اعتقاد کے ساتھ جو پھل، پھول، پتے یا جل سے میری پوجا کرتے ہیں۔ ان کی اس بھینٹ کو بھی میں بخوشی قبول کر لیتا ہوں۔

۲۷۔ اے ارجن۔ تو جو کچھ کھاتا، پیتا، ہون کرتا، دان دیتا ہے۔ اور ریاضت کرتا ہے۔ وہ میرے نام ارپن کر۔

۲۸- اِس طرح تو کرموں کے نیک و بد ثمرہ سے چھٹکارا پا جائے گا۔ اور سنیاس یوگ کی بدولت مُکتی حاصل کر سکے گا۔

۲۹- مَیں سب ذی روحوں میں مساوی ہوں۔ نہ مجھے کسی سے رغبت ہے نہ نفرت۔ جن کو صرف میری لگن ہے۔ وہ میری ذات میں ہیں۔ اور میں اُن میں۔

۳۰- اگر کوئی بد اعمال بھی میرا بھجن کرتا ہے۔ تو اُسے بُرا سمجھنا غلطی ہے کیونکہ وہ معتقد تو ہے۔

۳۱- ایسا انسان بہت جلد نیک افعال ہو جاتا ہے۔ اور دائمی سکون حاصل کرتا ہے اے ارجن یقین جان کہ میرے طالب کو فنا نہیں۔

۳۲- اے ارجن۔ جبکہ ناقص الوجود عورت۔ ویش اور شودر تک میری پرستش کرتے ہوئے اعلیٰ منزل تک پہنچ جاتے ہیں۔

۳۳- تو پھر نیک خصلت برہمن اور طالبِ حق راج رشیوں کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ اِس لئے تو اس دُنیا کے عیش و عشرت کو زوال پذیر تصوّر کرکے میری پرستش کر۔

۳۴- میری پرستش اور میرے لئے یگیہ کرتا ہوا۔ تو میری یاد میں محو ہو کر بلا شُبہ مجھ میں وصل ہو جائے گا۔

راج ودیا راج گیہ نامی نواں ادھیائے سمپورنم

# تشریح

## ادھیائے نواں

بھگوان کرشن نے اس ادھیائے میں نظامِ عالم کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ ہر ذی روح میں موجود ہونے پر بھی میں سب سے علیحدہ ہوں۔ ہو بہو جس طرح ہوا آکاش میں محصور ہونے پر بھی آزاد ہے۔ اور جو شخص اِس حقیقت سے آگاہ نہیں۔ وُہ ہمیشہ گمراہ رہتے ہیں۔ کیونکہ وہ یہ سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ کہ کیونکر ذاتِ حق ایک ذی رُوح میں جلوہ نما ہوسکتی ہے۔

یہاں بھگوان کرشن نے ارجن کو عملی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ارجن تو اپنے سب کرم میرے ارپن کر۔ اس طرح سے تو کرموں کے نیک و بد ثمرہ سے چھوٹ جائیگا۔ اور یوں کرموں کے ثمرہ سے آزاد ہو جانے پر مکتی

حاصل کرے گا۔ سب یگیوں کو قبول کرنے والا اور معبود میں ہی ہوں۔ جو لوگ اعتقاد کے ساتھ دوسرے دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں۔ وہ بھی بے قاعدہ طور پر مجھے ہی پوجتے ہیں فرق صرف اس قدر ہے۔ کہ دیوتاؤں کو پوجنے والے دیوتاؤں کو پہنچتے ہیں۔ اور میرے پرستار مجھ تک۔

اور چونکہ زمین سے لیکر برہم لوک تک سب مقام گردش میں رہتے ہیں۔ اسلئے انہیں جنم مرن سے آزادی حاصل نہیں ہوتی۔ لیکن میرے بھگت مجھ میں مل کر ابدی آنند حاصل کرتے ہیں۔ کیونکہ میرے اعلیٰ و ارفع مقام کو زوال نہیں

مختصر الفاظ میں یہی اس ادھیائے کی عملی تعلیم ہے۔

یہاں کرموں کی تشریح کر دینا بھی ضروری محسوس ہوتا ہے۔

کرموں کی تین اقسام بیان کی گئی ہیں:۔

۱۔ کریہ مان۔ وہ کرم جو موجودہ شریر سے سرزد ہوتے ہیں۔ اور جن کے کچھ حصہ کا نتیجہ اسی جنم میں مل جاتا ہے۔ اور کچھ حصہ آئندہ جنم کا پھل بنتا ہے۔

۲۔ پربالبدھ۔ وہ کرم جن کے باعث انسان یہ شریر پاتا ہے۔

۳۔ سنچت۔ کریہ مان کا وہ حصہ جو پرالبدھ بنتا ہے۔

مندرجہ بالا تشریح سے اظہر ہے۔ کہ جب انسان کرموں کے نیک و بد ثمرہ سے محفوظ رہیگا۔ اور نشکام کرم کرے گا۔ تو روح کو دوبارہ انسانی جامہ میں آنے کی حاجت ہی نہ رہے گی۔

اوم اوم اوم

# اَدھیائے دَسواں

۱ - اے ارجن چونکہ تُو مجھے عزیز ہے۔ اِس لئے میں تیری بہتری و بہبودی کے خیال سے اس اُتم گیان کو پھر واضح طور پر تجھ سے بیان کرتا ہُوں۔ تُو اسے گوشِ ہوش سے سُن۔

۲ - میری ابتدا سے دیوتا اور مہرشی تک واقف نہیں۔ کیونکہ اُن کا مبدا (پیدا کرنے والا) میں ہی ہُوں۔

۳۔ مَیں پیدائش اور فناہ سے بالا اور صاحبِ عالم ہوُں۔ اِس حقیقت سے آگاہ ہو کر دانشمند اِنسان گناہوں سے چھوٹ جاتے ہیں۔

۴۔ بُدھی۔ گیان۔ ہوشیاری۔ چھما[1]۔ راست بازی۔ نفس کشی۔ ضبطِ دِل۔ سکھ۔ دُکھ۔ پندار۔ ترک پندار۔ خوف۔ بے خوفی۔

۵۔ اہنسا۔ سمتا۔ (یگانگت پیدا کرنے والے خواص) سکون، قناعت۔ تپ۔ دان۔ نیکنامی۔ و بدنامی وغیرہ اِنسان کی مختلف خصلتوں کو مَیں ہی پیدا کرتا ہوُں۔

۶۔ سات مہرشی۔ چار سنکاوک۔ اور منوجی۔ کہ جن سے اس صفاتی دُنیا میں سلسلۂ پیدائش شروع ہُوا۔ مجھ سے ہی ظہور میں آئے۔

۷۔ جو میری قدرت اور یوگ کے مقاصد سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ وہ بلاشبہ ایسا سکون حاصل کرتا ہے۔ کہ جسے زوال نہیں۔

۸۔ دانشمند اِنسان مجھے خالقِ کائنات اور ذریعۂ آفرینش خیال کرتے ہوئے میری یاد میں محو رہتے ہیں۔

۹۔۱۰۔ جو اِنسان دِل و جان کے ساتھ ہمیشہ میرا ہی ذکر کرتے ہوئے میری ہی اُستتی میں خوش و خرم رہتے ہیں۔ اور میری ہی یاد میں خلوصِ دِل کے ساتھ محو رہتے ہیں۔ انہیں مَیں وہ بُدھی یوگ عطا کرتا ہوُں۔ کہ جس کے وسیلہ سے وہ مجھے پا لیتے ہیں۔

۱۱۔ اے ارجن! مَیں اُن پر اپنی قدرت کا اظہار کرتا ہُوا چشمِ کرم سے اُن کے اگیان کی تاریکی کو گیان کے منوّر چراغ سے دُور کر دیتا ہوں۔

---

[1] معاف کر دینا۔ رحم کھانا [2] غرور۔ تکبر۔ نخوت۔

۱۲- ارجن نے کہا آپ کی ذات پار برہم- پاک- قدیم- لاثانی- پیدائش اور فنا سے مبرا اور محیط کل ہے۔

۱۳- دیو رشی نارد- است- دیول اور بیاس بھی آپ کو اسی طرح ہی بیان کرتے ہیں۔

۱۴- اے کرشن آپ نے جو کچھ فرمایا ہے میرا اس پر یقین ہے۔ بیشک آپ کی اصلیت سے کیا دیوتا اور کیا دیت دونوں آگاہ نہیں۔

۱۵- اے پرشوتم- آپ اپنے تئیں آپ ہی جانتے ہیں۔ آپ ہی زندگی کا منبع- جانداروں کے مالک- افضل ترین- اور صاحب عالم ہیں۔

۱۶- اب آپ اپنے ان لاثانی جلووں کا بالتشریح بیان فرمائیے کہ جن سے آپ نے کل عالم کو معمور کر رکھا ہے۔

۱۷- آپ قادرِ مطلق ہیں۔ میں کس طرح دِل لگا کر آپکو پہچان سکتا ہوں۔ اے بھگوان مجھے بتلائیے۔ کہ میں کن وسائل سے آپ کو اپنے خیال کا مرکز بنا سکتا ہوں۔

۱۸- اے جنار دھن- آپ اپنی قدرت اور اس کے جلووں کو بالتفصیل بیان فرمائیں- آپ کا ایک ایک حرف آبِ حیات ہے۔ جس کے سننے سے میری سیری نہیں ہوتی۔

۱۹- بھگوان کرشن نے فرمایا- اے ارجن! یوں تو میرے جلووں کی انتہا نہیں لیکن میں اپنے نادر جلووں کا تجھ سے بیان کرتا ہوں۔

۲۰- اے ارجن! تمام جانداروں کے بطون میں میرا قیام ہے۔ میں ہی تمام

اجسام کی ابتدا۔ وسط اور انتہا ہوں۔

۲۱۔ دیوتاؤں میں وشنو۔ روشن ستاروں میں آفتاب۔ مرُتوں میں مریچی اور سیاروں میں چاند میں ہی ہوں۔

۲۲۔ ویدوں میں سام وید دیوتاؤں میں اندر۔ اندریوں میں من۔ اور ذی روحوں میں رُوح میں ہی ہوں۔

۲۳۔ رُدروں میں شنکر۔ یکس اور راکشسوں میں کوبیر۔ وسوؤں میں اگنی اور پہاڑوں میں میرو میں ہی ہوں۔

۲۴۔ اے ارجن تو مجھے پروہتوں میں سب کا گورو برہسپتی خیال کر۔ سپہ سالاروں میں سکند اور پانی کے ذخیروں میں سمندر میں ہوں۔

۲۵۔ مہرشیوں میں بھرگو۔ شبدوں میں اوم۔ یگیوں میں جپ یگیہ۔ اور پہاڑوں میں ہمالیہ میں ہوں۔

۲۶۔ درختوں میں پیپل۔ دیو رشیوں میں نارد۔ گندھربوں میں چترزتھ اور اکماوں میں کپل منی میں ہوں۔

۲۷۔ تو مجھے گھوڑوں میں امرت سے پیدا ہونے والا روچی شروا سمجھ۔ ہاتھیوں میں ایراوت اور انسانوں میں بادشاہ میں ہی ہوں۔

۲۸۔ ہتھیاروں میں بجر بجلی اگئوں میں کام دھینو۔ اسباب تولید میں خواہش۔ اور سانپوں میں وسوکی میں ہوں۔

۲۹۔ ناگوں میں اننت۔ پانی کے جانوروں میں ورن۔ پتروں میں اریمان اور حاکموں میں یم میں ہوں۔

۳۰ - دیتوں میں پربلاد - فنا کرنے والوں میں کال - چوپایوں میں شیر اور پرندوں میں گرڑ میں ہوں -

۳۱ - پاک کرنے والی اشیا میں ہوا ہتھیار بندوں میں سری رامچندر - آبی جانوروں میں مگرمچھ - اور دریاؤں میں گنگا میں ہوں -

۳۲ - اے ارجن! اس دنیا کی ابتدا - وسط اور انتہا میں ہی ہوں - علموں میں علم خود شناسی اور مقرروں کا موضوع تقریر بھی میں ہی ہوں -

۳۳ - حرفوں میں اکار (الف) سماسوں (مرکب الفاظ) میں دوند - غیر محدود وقت صانع عالم اور سرو ویاپک (ہر جگہ موجود رہنے والا) میں ہوں -

۳۴ - میں ہی سب کو فناہ کرنے والی موت - اور آئندہ نسل کی پیدائش کا مخزن ہوں - الفاظِ تانیث میں نیک سیرتی - خوبصورتی شیریں زبانی - یادداشت - تیز فہمی مستقل مزاجی اور بردباری میں ہوں

۳۵ - سروں میں برہست سُر - تالوں میں گائیتری تال مہینوں میں ماگھ - اور موسموں میں بہار میں ہوں -

۳۶ - فریبوں میں قماربازی - تیجسویوں میں تیج اور طاقتوروں میں طاقت کوشش اور فتح میں ہوں -

۳۷ - یادو بنسیوں میں کرشن - پانڈوؤں میں ارجن - عارفوں میں ویاس اور شاعروں میں اوشنا (شنکر آچاریہ) میں ہوں -

۳۸ - سزا دہندوں میں سزا - راجاؤں میں تدبر - اسراروں میں خاموشی اور گیانیوں کا گیان میں ہوں -

۳۹۔ اے ارجن کل کائنات کا تخم میں ہی ہوں۔ کوئی متحرک یا ساکن چیز ایسی نہیں۔ جو میرے بغیر اپنی ہستی کو قائم رکھ سکے۔

۴۰۔ اے ارجن۔ میرے نادر جلوؤں کی انتہا نہیں۔ یہ تو میں نے اپنے صرف ایک جلوۂ لطیف کو نہایت اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔

۴۱۔ کائنات میں جو چیز بھی کمال۔ خوبصورتی یا طاقت رکھتی ہو۔ سمجھ لو کہ وہ میرے ہی نور کا پرتو ہے۔

۴۲۔ اے ارجن۔ اس بیان کی تشریح کے لئے صرف اتنا ہی کہنا کافی ہے۔ کہ یہ کل کائنات میرے نور کے ایک شمہ سے ظہور میں آئی ہے۔

—— وبھوتی یوگ نامی دسواں ادھیائے سمپورنم ——

# تشریح

## ادھیائے دسواں

پیش نظر ادھیائے کا لُب لباب کہیئے یا نچوڑ وہ سب اِسی ادھیائے کے شلوک نمبر ۴۲ میں درج ہے یعنی یہ کہ یہ مسکراتی ہوئی دُنیا اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ اس لافانی نور کے ایک شمہ سے ظہور میں آئی۔ اس ایک شمۂ نور میں تمام کائنات کیونکر سمائی ہوئی ہے اِسکی تشریح قابلِ غور ہے۔ اپنشدوں میں ایک جگہ ذکر آتا ہے۔ کہ دُنیا کو رچنے کے وقت برہم کے من میں کلپنا اٹھی کہ۔

एकोऽहं बहुष्याम: "ایکو ہوں بہو سیام"

ترجمہ:۔ مَیں ایک سے انیک ہو جاؤں۔

اور یہ دُنیا ظہور میں آئی۔ نظام عالم کی تفصیل اس شبد سے اِس طرح

ظاہر ہوتی ہے ۔ کہ اس نشمۂ نور کو مادۂ حیات یعنی ایک کا حرفِ اولیں تصور کیا گیا ہے ۔ اب ایک سے انیک بننے کے لئے لازم ہے ۔ کہ ایک میں اضافہ کیا جائے ۔ ایک میں ایک اور شامل کرنے سے دو کا عدد پیدا ہوا ۔ اور اس طرح خط کی صورت ظہور میں آئی ۔

1 2
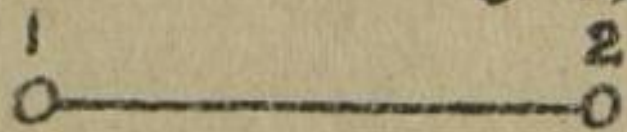
کیونکہ خط میں اول و آخر دو نقطے ہیں ۔ اور وہ صرف طول کو ظاہر کر سکتا ہے ۔ جو زمانہ یعنی کال کا روپ ہے ۔ اسی لئے نشمۂ نور کے بعد چیتن یعنی وشنو کو دیوتا مانا گیا ہے ۔ جس کے دو کی بجائے چار بازو بتائے گئے ہیں ۔

دو میں ایک اور کا اضافہ کرنے سے تین کا عدد پیدا ہوا ۔ اور تکون کی صورت ظہور میں آئی ۔

1 2 3
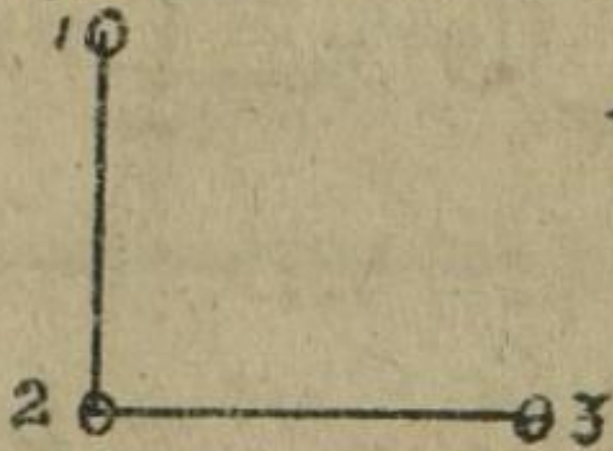
چیتن کے بعد اہنکار یعنی وشنو کے بعد شِو کا سروپ ہوا ۔ جسے ترشول دھاری اور ترنیتر بھی کہا گیا ہے ۔ اور جسے فنا کا دیوتا مانتے ہیں چنانچہ مارنے یا کاٹنے کے جس قدر ہتھیار آج تک بنے ہیں ۔ اُن سب کی صورت تکون یعنی مثلث ہے

اسی طرح تین میں ایک کا اضافہ ہونے سے چار کا عدد پیدا ہوا ۔ اور چوکور کی شکل ظہور میں آئی ۔ اور یہ برہما کا روپ قرار دیا گیا ۔ جس کے چار مُکھ بیان کئے گئے ہیں ۔ اور جسے بدھی کا دیوتا مانا گیا ہے ۔

اِسی صورتِ اِستدلال میں ایک عدد اور بڑھنے سے پانچ کا عدد اور مخمس کی صورت پیدا ہوئی۔ جیسے من یعنی دل کی صورت قرار دے کر من کے دیوتا رودر کو پانچ مکھی بنایا گیا۔

پانچ کے بعد چھ کا عدد اور مسدس کی صورت پیدا ہوئی جیسے "آکاش" کی شکل مانا گیا۔ اور جس کی چھ سمت شمال۔ جنوب۔ مشرق۔ مغرب۔ اُوپر۔ نیچے قرار دی گئیں۔

چھ میں ایک اور کا اضافہ ہونے سے سات کا حرف پیدا ہوا۔ یعنی ساکن آکاش میں حرکت پیدا ہونے سے ہوا ابھر گئی۔

سات پر ایک کا اور اضافہ ہونے سے آٹھ کا عدد اور ثمن کی صورت ظہور میں آئی۔ یعنی آتش پیدا ہوئی۔ جو ہوا کی حرکت میں ہمیشہ موجود رہتی ہے۔ اور اسی سے پیدا ہوتی ہے۔

آٹھ کے بعد نوٗ کا عدد پیدا ہوا۔ اور پانی کی صورت ظہور میں آئی جو کہ حرارت سے پیدا ہوتا ہے۔

نوٗ پر ایک اور بڑھانے سے دسؔ کا عدد بصورتِ خاک ظہور میں آیا۔ دس کا عدد چونکہ ایک اور صفر کے مجموعہ سے بنتا ہے۔ اور ایک کسی حالت میں ایک سے زائد نہیں ہو سکتا۔ اسلئے صفر میں نوٗ تک کے عدد پوشیدہ مانے گئے ہیں۔ اگر کسی سے صفر کے معنی پوچھے جائیں۔ تو جواب ہو گا۔ "کچھ نہیں" اب یہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ اس "کچھ نہیں" سے کیا مراد ہے۔

کچھ اِسے کہتے ہیں۔ جو حواس سے جانچا نہ جا سکے۔ اور نہیں کے

معنی نفی کے ہیں۔ مراد یہ کہ علم ذات کچھ ہے۔ جو یقین میں تو آسکتا ہے بیان میں نہیں۔

قانونِ فارت کے مطابق اصل میں عدد صرف تین ہیں۔ اور باقی اعداد ان کے مجموعہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی سبب سے پہلے تین اعداد کو کارن ترپٹی کہا گیا ہے۔ دوسری تثلیث کو سوکھشم اور تیسری کو استھول ترپٹی کہتے ہیں۔

دُنیا کارن سے سوکھشم اور سوکھشم سے استھول صُورت میں ظہور پذیر ہوئی۔ پہلی ترپٹی یعنی کارن ترپٹی۔

| | | |
|---|---|---|
| ۱۔ شمہ نور | شارھ برہم | مہیش ترپٹی |
| ۲۔ چیتن | وشنو | |
| ۳۔ اہنکار | شو | |

جو پہلے تین اعداد یعنی ایک ۱، دو ۲، تین کا مجموعہ ہے کو مہیش ترپٹی بھی کہتے ہیں۔ اس میں ستوگن غالب اور رجوگن وتموگن مغلوب ہوتے ہیں دوسری ترپٹی یعنی سوکھشم ترپٹی (۴، ۵، ۶) کو برہما کی ترپٹی مانا گیا ہے۔ اس میں رجوگن غالب اور ستوگن وتموگن مغلوب ہوتے ہیں تیسری یعنی استھول ترپٹی (۷، ۸، ۹) کو شو ترپٹی کہتے ہیں۔ اس میں تموگن غالب اور رجوگن وستوگن مغلوب ہوتے ہیں۔ سب سے آخر ان تینوں گنوں کا مجموعہ ویراٹ ہے۔ جو دسواں عدد بنتا ہے۔

نزول کی حالت میں ایک سے دس کی جانب بڑھتے ہوئے انتہا

خاک کا کرّہ ہے۔ اسی طرح خاک سے عروج کرتے ہوئے انسان کی دسویں منزل شدھ برہم تک پہنچتا ہے۔ اور یہی وہ پرم دھام ہے۔ جسے بھگوان کرشن نے اپنا لازوال مقام ظاہر کیا ہے۔

یہ منازل بتدریج اس طرح ہیں۔ کہ دیہہ یعنی جسم کو شبد یعنی اسم میں اور شبد کو سُرتی میں محو کرے۔ مراد یہ کہ جسم۔ زبان اور خیال کی ہم آہنگی کے ساتھ شغل میں محو ہو۔ اس سے آگے کی منزل آتم گیان یعنی علمِ خود شناسی ہے۔ یعنی انبھو کو چیتن (مادۂ حیات) میں۔ چیتن کو گیاتا (عالم) میں۔ گیاتا کو گیان (علم) میں۔ اور علم کو گیہ یعنی معلوم میں تلاش کرنے سے انسان آتم گیان حاصل کرتا ہے۔ یعنی گیات اوستھا کو پہنچتا ہے جہاں کچھ عرصہ اس طرح رہنے کے بعد وگیان اوستھا حاصل ہوتی ہے جسے مکتی۔ نروان یا نجات کہتے ہیں۔ اور جو انسانی ترقی کی انتہا قرار دی گئی ہے۔ تشریح کے لئے اگلے صفحہ پر چارٹ ملاحظہ کریں ۔
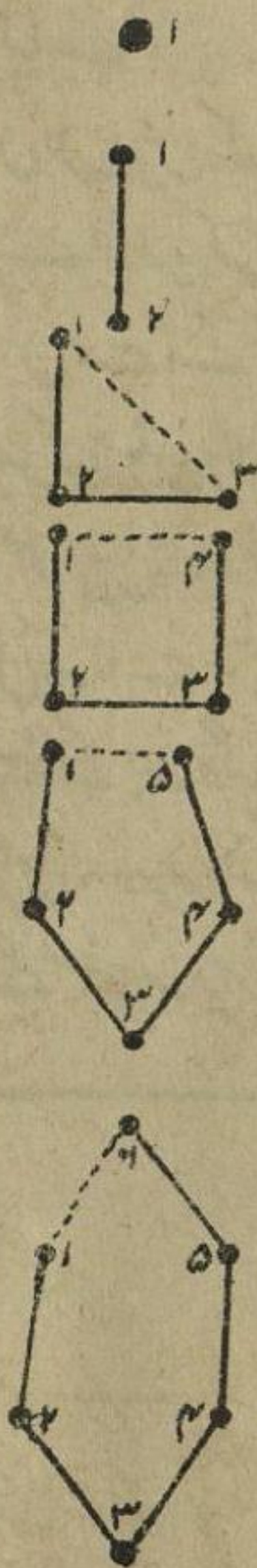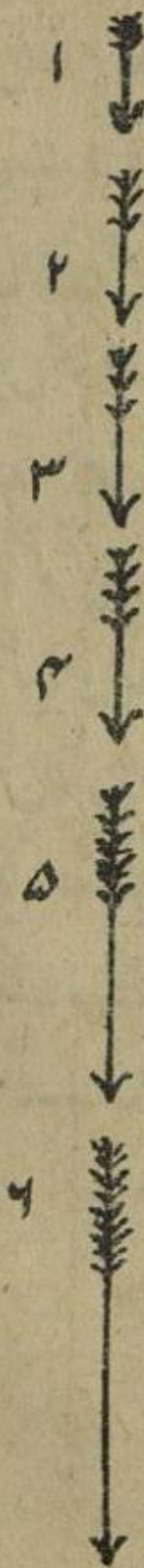
واپو انبھو ۴
اگن شرتی ۳
جل شبد ۲
پرتھوی دیہہ ۱
۷
۸
۹
۱۰
عروج
نزول
تموگن غالب رجوگن و ستوگن مغلوب
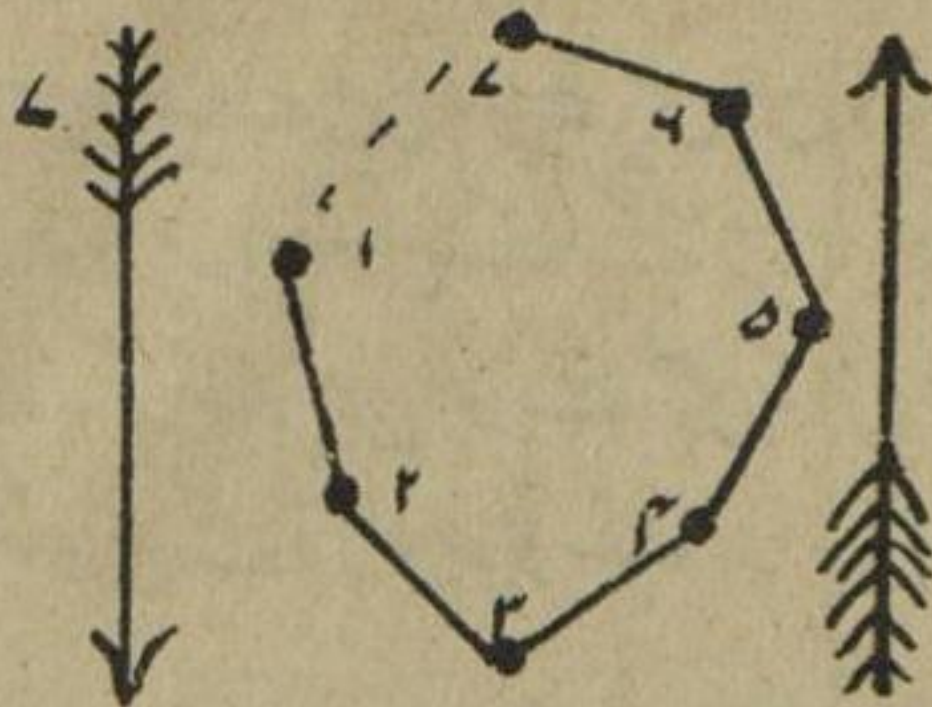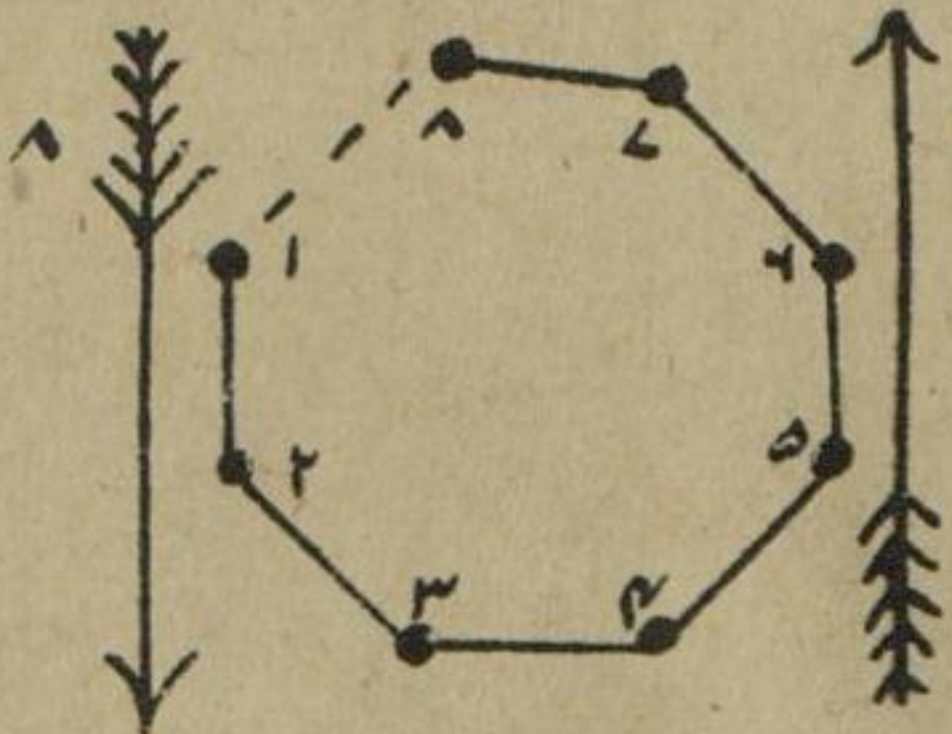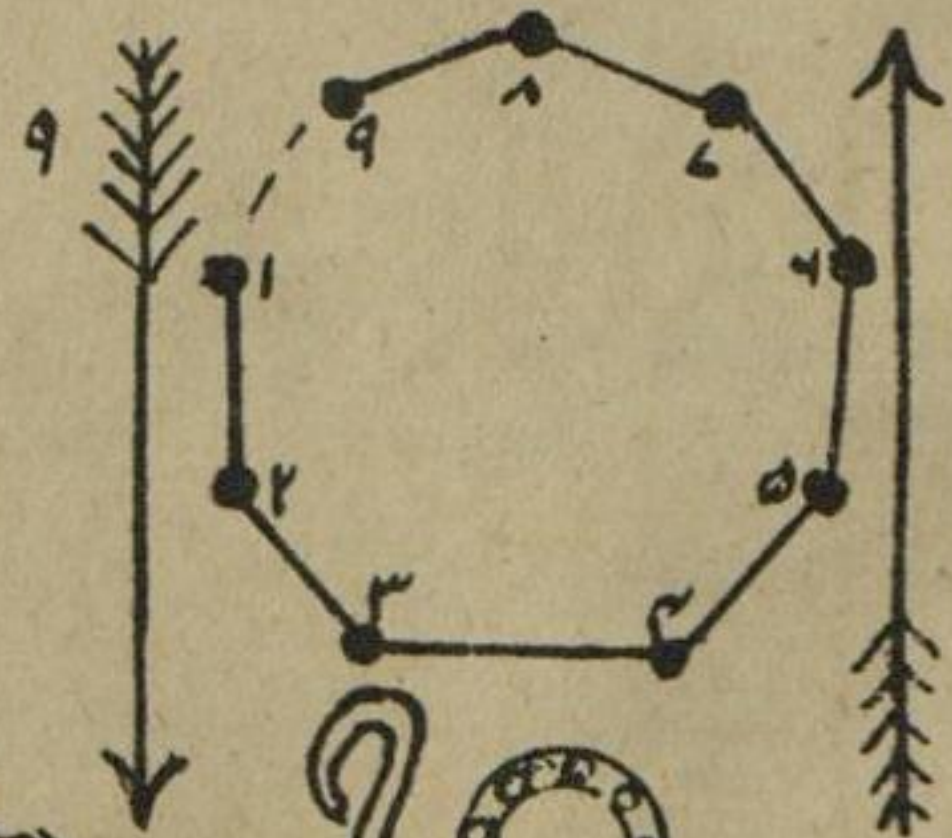
یہاں تشریح کے لئے یہ درج کر دینا بھی ضروری نظر آتا ہے۔ کہ بھگوان کرشن نے اس ادھیائے میں اپنے جن جن نادر جلوؤں کا ذکر کیا ہے وہ سب تشبیہہ کے طور پر استعمال کئے گئے ہیں۔ اور اس تمام تشریح کا مدعا صرف یہ ہے۔ کہ دنیا میں جو شے بھی کمال خوبصورتی یا طاقت کی مظہر ہے۔ وہ بھگوان کے نور کا پرتو ہے۔

---

# اَدھیائے گیارھواں

۱- ارجن نے کہا۔ آپ نے میرے حال پر مہربانی فرما کر مجھے آتم گیان کے پوشیدہ رازوں سے آگاہ کیا ہے۔ جس سے میرا موہ دور ہو گیا ہے۔

۲- اے کنول نین میں نے آپ سے ذی روحوں کی پیدائش اور فنا نیز آپ کی لازوال قدرت کا مفصل حال سُنا ہے۔

۳- اے صاحبِ عالم، اے ذاتِ مقدس۔ آپ نے جس طرح اپنی حقیقت

بیان فرمائی ہے۔ میں اس سروپ کو دیکھنے کا خواہشمند ہوں۔

۴۔ اگر آپ مجھے اس سروپ کے دیکھنے کا اہل سمجھتے ہیں۔ تو آپ مجھے اپنے لافانی جلوے کے دیدار سے مستفید فرمائیں

۵۔ شری بھگوان نے فرمایا۔ اے ارجن میرے اس سروپ کو دیکھ جو سینکڑوں کیا ہزاروں اقسام کے حیرت انگیز مختلف رنگا رنگ کے جلووں کا حامل ہے۔

۶۔ اے ارجن تو لاتعداد۔ آدتیہ۔ وشو۔ رودر۔ اشونی کمار اور مرتونکو دیکھ اور بہت سے ایسے عجیب جلوے دیکھ جنہیں تُو نے آجتک نہیں دیکھا

۷۔ اے ارجن آج تو میرے اس قالب میں کائنات کی تمام متحرک و غیر متحرک اشیا کو اور دیگر جن جن اشیا کو تو دیکھنا چاہتا ہے دیکھ لے

۸۔ لیکن تو مجھے ان مادی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے میں تجھے گیان نیتر دیتا ہوں۔ تاکہ اس سے تو میری قدرت کاملہ کے حیرت انگیز جلوے دیکھ سکے۔

۹۔ سنجے نے کہا۔ اے راجہ دھرت راشٹر بھگوان کرشن نے ابھی یہ کہا ہی تھا۔ کہ افضل ترین ربانی جلوہ ارجن کے پیش نظر ہو گیا۔

۱۰۔ جس کے بے شمار منہ اور آنکھیں تھیں۔ بے حساب حیران کُن شکلیں اور لاتعداد نایاب زیورات تھے۔ اور جو بے انتہا نادر ہتھیاروں سے پیراستہ تھا۔

۱۱۔ جو عجیب و غریب ہار اور نورانی پوشاکیں زیب تن کئے ہوئے

اور خوشبویات سے معطر۔ نہایت حیرت انگیز اور منّور تھا۔ جس کی کوئی انتہا نہ تھی اور جو ہر جانب رُخ کئے ہوئے تھا۔

۱۲۔ اگر ایکا ایکی آسمان پر ہزاروں آفتاب جگمگا اُٹھیں۔ تو بھی اُس ذاتِ برتر کے جلال کے ہمسر نہ ہو سکیں۔

۱۳ اس وقت ارجن نے تمام کائنات کو مع اس کی رنگینیوں کے اُس دیوتاؤں کے دیوتا کے جسم میں موجود پایا۔

۱۴۔ تب حیرت کے باعث ارجن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اور وہ بھگوان کرشن کے چرنوں میں سر جھکا کر دست بستہ عرض گذار ہوا۔

۱۵۔ ہے پربھو میں آپ کی اس جلالی صورت میں تمام دیوتاؤں۔ ہر قسم کے جانداروں۔ کنول پھول کے تخت پر براجمان خداوندِ آفرینش برہما جی تمام مہارشیوں اور عجیب اقسام کے سانپوں کو دیکھ رہا ہوں۔

۱۶۔ اے خالقِ کائنات۔ مَیں آپ کے لاتعداد بازو۔ پیٹ۔ منہ اور آنکھیں دیکھ رہا ہوں۔ تمام دُنیا میں آپ ہی آپ دکھائی دیتے ہیں۔ اور مجھے آپ کی ابتدا۔ وسط اور اِنتہا نظر نہیں آتی۔

۱۷۔ مَیں دیکھ رہا ہوں۔ کہ آپ تاج پہنے ہوئے گرز اور چکر سے آراستہ ہیں۔ اور آپ کی نورانی صورت تاباں آفتاب کی مانند چہار سو جلوہ ریز ہے۔ اور آپ کی خیرہ کن صورت پر نگاہ تک نہیں ٹھہرتی۔

۱۸۔ آپ کی ذات کو مَیں لاثانی۔ افضل ترین۔ کائنات کا مخزن۔ لاتغیّر۔ قدیم اصولوں کی حامی اور لازوال تصوّر کرتا ہوں۔

۱۹۔ میں آپ کو آغاز۔ وسط اور انتہا سے بے نیاز۔ لامحدود طاقت کا مالک۔ بے انتہا بازوؤں والا دیکھ رہا ہوں۔ آپ کی آنکھیں چاند اور سورج کی مانند ہیں۔ اور چہرہ روشن آگ کی طرح دمک رہا ہے جس کے پرتو سے یہ تمام عالم منوّر ہے۔

۲۰۔ اے بزرگ ہستی آپ مجھے زمین۔ آسمان اور ہر چہار جانب محیط نظر آتے ہیں۔ اور آپ کی اس پُرہیبت جلالی صورت کو دیکھ کر تینوں عالم کانپ رہے ہیں۔

۲۱۔ دیوتاؤں میں سے کئی آپ کی پناہ مانگ رہے ہیں۔ کئی خوفزدہ ہو کر ہاتھ باندھے ہوئے آپ کی استتی کر رہے ہیں۔ اور کئی ایک باکمال مہارشی سب کی بھلائی چاہتے ہوئے آپ کی توصیف بیان کر رہے ہیں۔

۲۲۔ رودر۔ آدتیہ۔ وسو۔ سادھیہ۔ بشوے۔ اشونی۔ مروت۔ پتر۔ گندھرب یکس۔ سدھ اور راکشش۔ یہ سب آپ کی جانب حیرت زدہ نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔

۲۳۔ آپ کے اس عظیم جلوے کو جس میں لاانتہا منہ۔ آنکھیں۔ بازو۔ پاؤں پیٹ اور ڈراونے دانت ہیں۔ دیکھکر کل ذی روح کانپ رہے ہیں اور میں بھی کانپ رہا ہوں۔

۲۴۔ اے کرشن۔ آپ کی اس نورانی صورت کو جو آسمان تک بلند اور رنگا رنگ کے جلوؤں سے منوّر ہے۔ اور جس میں بڑی بڑی آنکھیں دمک رہی

ہیں۔ دیکھ کر میرا دِل گھبرا رہا ہے۔ اور میرا صبر و قرار مجھ سے چھوٹا جا رہا ہے۔

۲۵۔ آپ کے خوفناک دانتوں کو جو موت کے شعلہ کی مانند روشن ہیں۔ دیکھ کر مجھے کچھ سوجھائی نہیں دیتا۔ اور میری طاقت مجھے جواب دے رہی ہے۔ اے دیوتاؤں کے دیوتا۔ اے آفرینندۂ کائنات مجھ پر کرم کیجئے۔

۲۶۔ ۲۷۔ دھرت راشٹر کے فرزند اور اس کے مددگار بادشاہ بھیشم پتامہ درون آچاریہ۔ رتھ بان کا بیٹا کرن۔ اور ہماری فوج کے دلاور سپاہی آپ کے اس مہیب دانتوں والے دہن میں تیزی سے گھُسے چلے آتے ہیں۔ اور بہتوں کے کچلے ہوئے سر آپ کے دانتوں کی دَرزوں میں سے لٹک رہے ہیں۔

۲۸۔ آپ کے شعلہ زن مُنہ میں یہ دلاور سپاہی اس طرح داخل ہو رہے ہیں۔ جس طرح ندیاں سمندر میں گرتی ہیں۔

۲۹۔ جس طرح شمع کو روشن و منوّر دیکھ کر پروانے از خود رفتہ و بیقرار ہو کر خود بخود شعلوں میں کود پڑتے ہیں۔ اسی طرح یہ دلاور یودھا جذبات کے زیرِ اثر مرنے کے لئے آپ کے دہن میں گھُسے چلے آتے ہیں۔

۳۰۔ آپ کے شعلہ زن دہن میں تمام شور برسوا ہو رہے ہیں۔ اور آپ کے جلال سے ہی اس دُنیا میں روشنی اور حرارت کا قیام ہے۔

۳۱ - اے دیوتاؤں کے دیوتا - اب آپ مجھ پر از راہ کرم یہ ظاہر کیجئے - کہ آپ اس پُرجلال صورت میں کون ہیں - میں آپ کی حقیقت سے آگاہ ہونا چاہتا ہوں - کیونکہ آپ کے اس جلالی ظہور کو میں بذاتِ خود سمجھنے سے قاصر ہوں -

۳۲ - بھگوان کرشن نے جواب دیا - اے ارجن! میں اس دنیا کو نیست و نابود کرنے والی طاقت فنا ہوں - اور اس صورت میں عالم کو معدوم کرنے میں مصروف ہوں - تیرے جنگ نہ کرنے پر بھی ان دونوں لشکروں میں جس قدر جوانمرد موجود ہیں - ان کا فنا ہونا لازمی ہے -

۳۳ - اسلئے - اے ارجن - تجھے چاہیئے کہ تُو خود نیکنامی حاصل کرے - دشمنوں پر فتح پائے - اور سلطنت عظیم کا سکھ حاصل کرے - ان سب کو تو میں پہلے ہی فنا کر چکا ہوں - تُم تو فقط ایک ذریعہ ہو -

۳۴ - درون آچاریہ - بھیشم پتامہ - جیدرتھ - کرن و دیگر جتنے شُور بیر یہاں موجود ہیں - اُنہیں میں نے پہلے ہی مار دیا ہے - تو بلا تامل انہیں قتل کر - اے ارجن اس جنگ میں فتح تیرے نام لکھی جا چکی ہے -

۳۵ سنجے نے کہا - بھگوان کرشن کا یہ کلام سُن کر ارجن نے ہاتھ جوڑ کر بھگوان کو نمسکار کیا - اور نہایت عجز و انکسار کے ساتھ نگاہیں نیچے کئے ہوئے اور لرزتے ہوئے کہا -

۳۶ - ارجن نے کہا اے بھگون - تمام کائنات آپ کی بھگتی میں سرود حاصل

کہتی ہے۔ بد افعال آپ کے خوف سے ہراساں ہیں۔ اور درجۂ کمال پا لینے والے منش آپ کے چرنوں میں سر جھکائے رہتے ہیں۔

۳۷۔ اے قادرِ مطلق۔ وہ لوگ آپ کی ذاتِ مقدس کی تعظیم کیوں نہ کریں۔ کہ جو دنیا میں سلسلۂ آفرینش جاری کرنے والے برہما کی تخلیق کا باعث ہے۔ آپ دیوتاؤں کے دیوتا۔ صاحبِ عالم۔ لازوال و ہستی و نیستی سے برتر ہیں۔

۳۸۔ اے پرشوتم۔ آپ ہی صفات کا مخزن اور سب سے قدیم ہستی ہیں۔ اس دنیا کی ابتدا آپ ہی سے ہوئی۔ دیکھنے والے بھی آپ ہیں اور دکھائی دینے والی بھی آپ ہی کی ذات ہے۔ آپ کا مقام سب سے ارفع ہے۔ اور آپ ہی اس تمام عالم پہ محیط ہیں۔

۳۹۔ آپ ہی وایو (ہوا) یم (فرشتۂ موت) اگنی (آگ) ورن (جلال کا دیوتا) چندرماں۔ پرجاپتی۔ اور ہر نیہ گربھ ہیں۔ میں آپکو ہزار بار نمسکار کرتا ہوں

۴۰۔ اے محیطِ کل آپ کو ہر جانب سے نمسکار۔ آپ کی قدرتیں لامحدود اور آپ کا جلال بے اندازہ ہے۔ آپ ہی کل عالم میں محیط ہیں۔ اس لئے آپ ہی سب کچھ ہیں۔

۴۱۔۴۲۔ آپ کی عظمت سے آگاہ نہ ہونے کے باعث موقع بے موقع میں نے آپکو اپنا دوست سمجھتے ہوئے بے تکلفانہ انداز میں کرشن یادو اور مترکہکر بارہا پکارا ہے۔ اور اکثر کھیلتے۔ آرام کرتے۔ بیٹھتے اور کھاتے وقت خلوت اور جلوت میں آپ کا مناسب احترام نہیں کرسکا

اس لئے اے بعید از فہم ہستی میری تقصیر کو معاف کیجئے۔

۴۳ - آپ اس دنیائے متحرک و غیر متحرک کے خالق اور واجب التعظیم استاد ہیں۔ تین لوک میں آپ کا ثانی ملنا مشکل ہے۔

۴۴ - اس لئے میں آپ کے حضور میں نہایت عجز و عقیدت کے ساتھ التجا کرتا ہوں کہ جس طرح باپ بیٹے کا۔ دوست۔ دوست کا۔ اور خاوند بیوی کا گناہ معاف کر دیتا ہے آپ میرے گناہوں کو اپنی رحمتوں کی اوٹ میں لے لیں۔

۴۵ - میں نے آپکی وہ پُر نور صورت دیکھی ہے۔ جسے آج تک کوئی نہیں دیکھ سکا۔ اور جسے دیکھ کر مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے۔ لیکن ساتھ ہی خوف سے میرا جسم تھرتھرا رہا ہے۔ اسلئے آپ مجھے از راہِ کرم اپنا وہی قدیم سروپ دکھلائیں۔

۴۶ - میں آپ کو پھر اسی طرح تاج پہنے ہوئے۔ چکر و گدا سے آراستہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ اے ہزارہا بازوؤں کے مالک میں آپ کو اُسی چترنجی سروپ میں دیکھنے کا خواہشمند ہوں۔

۴۷ - سری کرشن بھگوان نے فرمایا۔ تجھ پر مہربان ہو کر میں نے تجھے اپنی قدرت کا وہ عظیم جلوہ دکھایا ہے۔ جو پُر از جلال۔ محیطِ کل۔ لا انتہا اور ازلی ہے۔ اور جسے آجتک ماسوا تمہارے اور کسی نے نہیں دیکھا۔

۴۸ - اے کوروؤں میں افضل۔ کوئی بھی انسان ویدوں کا عالم بن کر۔ یگیہ سے۔ دان سے۔ نیک اعمال سے۔ یا سخت سے سخت تپ کر کے میرا یہ

سروپ جو میں نے تمہیں دکھلایا ہے نہیں دیکھ سکتا۔

۴۹۔ میری اِس عظیم جلالی صورت کو دیکھ کر ہراساں نہ ہو۔ خوف کو دِل سے نِکال دے اور ایک بار پھر میرے اسی سروپ کو کہ جس سے تو آشنا ہے۔ دیکھ!

۵۰۔ سنجے نے کہا۔ اے دھرت راشٹر۔ اِتنا فرمانے کے بعد بھگوان کرشن نے ارجن کی دِلجمعی کے لئے اُسے دوبارہ اپنا سنجیدہ سروپ دِکھلایا۔

۵۱۔ ارجن نے کہا۔ اے جناردھن! آپ کی اِس سنجیدہ اِنسانی صورت کو دیکھ کر میرے دِل میں سکون اور طبیعت میں اِطمینان پیدا ہوا ہے۔

۵۲۔ بھگوان کرشن نے فرمایا۔ اے ارجن۔ جس سروپ کو تو نے دیکھا ہے اس کا دیکھنا از حد دشوار ہے۔ دیوتا تک اسے دیکھنے کیلئے ترستے ہیں۔

۵۳۔ میرا یہ سروپ۔ نہ تو ویدوں کے پڑھنے سے۔ نہ تپ کرنے سے۔ نہ دان دینے سے اور نہ ہی یگیہ کرنے سے دِکھائی دیتا ہے۔

۵۴۔ اے ارجن میرے اس سروپ کو وہی دیکھ سکتا ہے۔ جس کا دِل بھگتی کے جذبات سے لبریز ہو۔ اے دشمنوں کو فنا کرنے والے بھگتی اور صرف بھگتی سے اِنسان میری حقیقت کو سمجھ سکتا۔ اور میرے وصال سے بہرہ ور ہو سکتا ہے

۵۵۔ اے ارجن۔ اپنے تمام کرموں کو میرے ارپن کرنیوالا اور میری ذات سے عشقِ حقیقی رکھنے والا اِنسان نفرت اور العنت کے جذبات سے بالا ہو کر میری ذات میں جذب ہو جاتا ہے۔

وِشو روپ درشن یوگ نامی گیارھواں ادھیائے سمپوُرنم۔

# تشریح

## ادھیائے گیارھواں

دُنیا میں دو طرح کے شاغل پائے جاتے ہیں۔ ایک وہ جو اپنے اور پرماتما کے مابین کسی دیگر شے یا ہستی کی موجودگی کو رخنہ خیال کرتے ہیں۔ اور اس شدھ برہم کے پرستار ہیں۔ جس کے نہ ہاتھ ہیں نہ پاؤں۔ نہ سینہ۔ نہ گردن۔ نہ پیشانی۔ جو نرلیپ ہے۔ ہر جگہ موجود ہے۔ ہر سمت پھیلا ہوا ہے جس کی اِبتدا نہیں۔ اِنتہا نہیں۔ اور جو لاتغیّر و لافانی ہے۔

دوسرے وہ جو کسی ذریعہ، کسی وسیلہ سے۔ اس شدھ برہم تک پہنچنے کے طلبگار ہیں۔ جو بالواسطہ اس ناقابل فہم اور عظیم الشان شخصیت کو تصوّر میں لانے سے قاصر ہیں۔ جو اپنے منتشر جذبات کو چہار سو سے سمیٹ کر ایک شمعِ نور میں جذب کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اور چاہتے ہیں کہ کسی ایسی چیز

کسی ایسی ہستی، کسی ایسے سروپ کو اپنے تصوّر کا مخزن بنائیں کہ جس کی حقیقت سے وہ آشنا ہوں۔

دونو اپنے اپنے طور پر درست ہیں لیکن دیکھنا یہ ہے۔ کہ ایک عام انسان کے لئے اس نرگن۔ اس غیر متشکل شمۂ نور کا دھیان کیا۔ اُسی قدر سہل ہے۔ جتنا ایک سرگن سروپ کا۔

بھگوان کرشن نے ارجن کو اپنے جس سروپ کو دکھانے کا اس اُدھیائے کے ساتویں شلوک میں ذکر کیا ہے۔ اس سروپ کو نرگن سروپ کہا گیا ہے یہی وہ ہیبت ناک جلوہ تھا۔ کہ جسے دیکھ کر ارجن تھر تھر کانپنے لگا۔ اور چند لمحہ بھی دیکھنے کی تاب نہ لا کر بھگوان کرشن سے اپنے چتربھجی روشنو روپ ا سروپ میں پرگٹ ہونے کے لئے عرض گذار ہوا۔ یہ وہی شانت مئے سروپ ہے کہ جس کا ذکر اس ادھیائے کے شلوک نمبر ۵۰ میں آتا ہے۔ اس سروپ کو سرگن سروپ کہا گیا ہے۔

ایک عام کہاوت ہے۔ کہ پرماتما نے انسان کو اپنی شکل پر بنایا۔ ؎
ہم کہاں ہوتے اگر حسن نہ ہوتا خود بیں

جس طرح بیج میں درخت معہ پھل، پھول اور پتوں کے موجود ہوتا ہے لیکن بظاہر نظر نہیں آتا۔ اسی طرح جسم انسانی میں وہ لافانی نور آتما کی صورت میں پنہاں ہے۔ لیکن اسے دیکھنے اور سمجھنے کے لئے گیان کی آنکھیں درکار ہیں

ادھیائے گیارھواں شلوک نمبر ۸

"لیکن تُو مجھے ان مادی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے میں تجھے

گیان نیتر دیتا ہوں۔ تاکہ تو اس سے میری قدرتِ کاملہ کے حیرت انگیز جلوے دیکھ سکے۔"

اب ایک عام انسان کے لیئے ایک جاذبِ نظر۔ پُر نور۔ شانت مئے انسانی چہرہ کو دھیان میں لانا تو ممکن ہو سکتا ہے۔ کیونکہ بُدھی اُسے سمجھنے اور من اُسے قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ لیکن ایک ایسے سروپ۔ ایک ایسے بعید از فہم نورانی جلوّہ کو جسے عقل سمجھنے سے قاصر ہو۔ اور دماغ اپنے انتہائی پرواز تخیل میں بھی اس کی وسعتوں کو نہ پا سکے۔ جو کائنات کی اُس چیز میں بھی پنہاں ہے۔ جسے انسان اب تک معلوم نہیں کر سکا۔ اور دُنیا کے اس مقام پر بھی موجود ہے۔ جہاں انسانی قدم تاہنوز پہنچنے کی قدرت حاصل نہیں کر سکے۔ انسانی عقل کی محدود چار دیواری میں مقیّد کرنا کہاں تک ممکن ہے۔ اظہر ہے۔ کہ ایک تشکل یعنی سرگن سروپ کا دھیان۔ ایک غیر تشکل یعنی نرگن سروپ کے دھیان سے سہل العمل ہے۔

اوم ——— اوم ——— اوم

# بھجن کبیر صاحب

گیان محل کے دو دروازے سرگن نرگن باری ہے

گی گیا تاہیں دو دروازے آتم وست نیاری ہے

کبھی اس در کبھی اس در باری جھونکا جھانک

چھٹھ آکاش بیٹھے نہیں لگے نہیں پل آنکھ

دوڑسے نیچے دوڑے اُوپر مدھ نہیں ٹھہرائے
نانا بدھ کے جتن کرت ہے سوجھے آپ نہ کاٹے
ایسا ٹھور ٹھکانہ نبڑے پاوت ناہیں اندھا
ٹک کر پاکر آپ بچاؤ مٹے سکل ورگندہ
گی دیہی گیاتا آہنگ گیان مکھو رنج پران
سوتہ پرکاشے جیو ہے ابناشی نربان

# اُدھیائے بارھواں

۱- ارجن نے دریافت کیا۔ آپ کی اور اس لازوال و نظر نہ آنے والے شدھ برہم کی اُپاسنا کرنے والوں میں سے کون یوگ کا بہتر طریقہ جانتے ہیں۔

۲- بھگوان کرشن نے فرمایا۔ جو مجھ میں دل لگا کر خوش اعتقادی سے ہمیشہ میری اُپاسنا کرتے ہیں۔ وہ سب سے اعلیٰ یوگی ہیں۔

۳-۴ - جو حواس کو قابو میں لا کر سب کو یکساں سمجھتے ہوئے - اور سب کی بہتری چاہتے ہوئے اس لازوال - بیان سے بالا بے نشان - محیطِ کل تصور سے باہر - پاک - قائم اور قایم برہم کی اُپاسنا کرتے ہیں - وہ بھی انجام کار مجھ کو پراپت (پاتے) ہوتے ہیں -

۵ - لیکن انہیں نظر نہ آنے والے برہم کو احاطۂ تصور میں لانے میں از حد دقت پیش آتی ہے - کیونکہ ایک تشکل کے لئے غیر تشکل کا دھیان بہت مشکل ہے

۶-۷ - جو مکتی کے طلبگار اپنے کرموں کو میرے سپرد کر کے سچی عقیدت کے ساتھ میری اُپاسنا کرتے ہیں - میں انہیں بہت جلد اس فنا کے چکر سے آزاد کر دیتا ہوں -

۸ - دل کو مجھ میں لگانے سے اور عقل کو میری سپردگی میں رکھنے سے تو یقیناً مجھ سے مل جائے گا -

۹ - اے ارجن - اگر تو میرے تصور کی صلاحیت نہیں رکھتا - تو ابھیاس یوگ سے مجھے حاصل کرنے کی کوشش کر -

۱۰ - اگر تو ابھیاس (شغل) بھی نہیں کر سکتا - تو اپنے کرموں کو میری ذات سے منسوب کر میرے لئے کرم کرنے سے بھی تو درجۂ کمال حاصل کرے گا -

۱۱ - اور اگر یہ بھی تیرے بس کی بات نہیں - تو تو میرا سہارا لیکر دل کو قابو میں لا کر افعال کے نتائج سے بے نیاز ہو کر کرم کر -

۱۲ - کیونکہ ابھیاس سے گیان افضل ہے - گیان سے تصور اور تصور سے کرم پھل کا تیاگ اچھا ہے - تیاگ سے بہت جلد ہی شانتی نصیب ہو جاتی ہے -

۱۳-۱۴ - جو میرا طالب کسی سے نفرت اور دشمنی نہیں رکھتا۔ رحمدل۔ موہ اور غرور سے بالا۔ رنج و راحت میں یکساں۔ متحمل و صابر ہے۔ اور جس نے ابھیاس سے حواس پر قابو پا لیا ہے۔ اور اپنے من اور بدھی کو ہمیشہ مجھ میں لگائے رکھتا ہے۔ وُہ مجھے پیارا ہے۔

۱۵ - جو اہلِ دنیا کو آزار نہیں پہنچاتا۔ اور جسے اہلِ دُنیا آزار نہیں پہنچا سکتے جو خوشی۔ رنج۔ خوف و گھبراہٹ سے مبرّا ہے۔ وُہ مجھے پیارا ہے

۱۶ - جو خواہشات سے بالا۔ پاکباز۔ ہوشیار۔ آزاد اور وہم سے خالی ہے۔ اور کرموں کے پھل کی خواہش کو دِل سے نکال چکا ہے۔ وہ مجھے پیارا ہے۔

۱۷ - جو شوق و نفرت۔ فکر و خواہش۔ نیکی و بدی سے آزاد ہے۔ وُہ مجھے پیارا ہے۔

۱۸-۱۹ - جو دوستی و دشمنی۔ عزت و اہانت۔ سردی و گرمی۔ رنج و راحت تعریف و مذمت کو مساوی سمجھتا ہے۔ جو سکون رکھتا ہے۔ قانع ہے امورِ خانہ داری میں دِلی لگاؤ نہ رکھتا ہوا قائم العقل ہے۔ وہ مجھے پیارا ہے۔

۲۰ جو میری تعلیم پر یقین رکھتے ہوئے۔ اس آبِ حیات سے لبریز گیان پر عمل کرتے ہیں۔ وُہ مجھے نہایت ہی عزیز ہیں۔

—— بھگتی یوگ نامی بارھواں ادھیائے سمپورنم ——

# تشریح

## ادھیائے بارھواں

پیشِ نظر ادھیائے میں گیارھویں ادھیائے کے نظریہ کی تشریح کی گئی ہے۔ اور بالتفصیل بیان کیا گیا ہے۔ کہ اس نزاکار برہم کی اُپاسنا گو اصولاً درست ہے۔ اور ایسا کرنے والے شاغل بھی انجام کار اسی مقام کو پہنچتے ہیں۔ جہاں سرگن یعنی تشکل سروپ کے اُپاسک۔ لیکن فرق صرف اتنا ہے۔ کہ ایک تشکل کے لئے اُس غیر تشکل۔ بیان سے باہر۔ محیطِ کل۔ تصور سے بالا۔ پاک اور قدیم۔ برہم کا تصور از حد کٹھن ہے۔ اور یہ بات تو صاف ظاہر ہے۔ کہ جس کا تصور محال ہے۔ اس کا دھیان کیونکر ممکن ہوسکتا ہے اور جب دھیان ہی نہیں۔ تو پھر وصال معدوم۔

لاکھوں کیا کروڑوں انسانوں میں بھی کوئی ایک ایسا ہوتا ہے۔ جو

چت کی ورتیوں کو قابو میں لا کر یکسوئی قلب سے اُس نراکار برہم کا تصور کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے - اور اُسکا تصور کرنیوالوں میں بھی بہت کم ایسے ہوتے ہیں جو آخری منزل یعنی گیان اوستھا کو پہنچتے ہیں - اس کے برعکس سرگن سروپ کا تصور سہل اور زود اثر ہے - اور ایک معمولی سمجھ والا انسان بھی اس راستہ پر کاربند ہو سکتا ہے -

اسی ادھیائے کے شلوک نمبر ۱۲ میں بھگوان کرشن نے یہ بھی فرمایا ہے - کہ ابھیاس سے گیان اچھا ہے - گیان سے تصور - اور تصور سے کرم پھل کا تیاگ - اور کرم تیاگ سے انسان بہت جلد شانتی حاصل کر لیتا ہے -

اوم ——— اوم ——— اوم

# اَدھیائے تیرھواں

۱ - ارجن نے کہا۔ اے کیشو میں آپ سے پرکرتی (قدرت)، پُرش (ذاتِ مطلق)، کھشیتر (کھیت بمراد جسم)، کھشیتر گیہ (کھیت کو جاننے والا)، گیان (علم) و گیے (جاننے کے قابل) کے معانی سمجھنا چاہتا ہوں۔

۲ - بھگوان کرشن نے جواب دیا اے ارجن۔ اس جسم کا نام کھشیتر ہے۔ اور جو اسے جانتا ہے۔ اُسے گیانی کھشیتر گیہ کہتے ہیں۔

۳ - اے ارجن سب کھشیتروں میں کھشیتر گیہ میں ہی ہوں - اور جو اِس امر سے آگاہ ہیں میں اُنہیں گیانی سمجھتا ہوں -

۴ - وہ کھشیتر کیا ہے - کیسا ہے - اس کے کیا کیا خواص ہیں - اس کا ظہور کہاں سے ہُوا - کھشیتر گیہ کون ہے - اور کیا کیا قدرت رکھتا ہے - اس کا مختصر بیان مجھ سے سُن -

۵ - رشیوں نے اپنی اپنی عقل کے مطابق - ویدوں نے مختلف طریق سے اور فلسفہ کی ماہیت سے آگاہ منطقیوں نے برہم سنوترون (برہم کو ظاہر کرنیوالے منتروں) میں دلیل اور صحت کے ساتھ اس مسئلہ کو حل کیا ہے -

۶ -

| ۱-۵ | ۶ | ۷ | ۸ | ۹-۱۸ | ۱۹ |
|---|---|---|---|---|---|
| پانچ عناصر | اہنکار | عقل | قوتِ متخیلہ | دس اندریاں | من |

| ۲۰-۲۴ |
|---|
| پانچ ماترا (آلۂ حواس) |

یہ چوبیس اجزا اِس جسم کے ہیں -

۷ - رغبت و نفرت - سکھ و دُکھ - بونت - زندگی و پیدائش - یہ ساتوں حالتیں ان ہی کی ترکیب سے پیدا ہوتی ہیں -

۸ - انکساری - راست بازی - رحمدلی - تحمل - سادگی - اُستاد کی تعظیم - پاکیزگی - مستقل مزاجی - ضبطِ دل

۹ - محسوسات سے بے تعلقی - ترک پندار - زندگی موت - بڑھاپا و بیماری کے دُکھ و نقائص سے آگاہی -

۱۰ - اولاد - عورت اور گھر کی محبت سے آزاد رہنا - رنج و راحت کو یکساں سمجھنا

۱۱ - سچی عقیدت کے ساتھ میرا ہی طلبگار ہونا - تنہائی پسند اور دُنیا سے بے تعلقی رکھنا -

۱۲ - ہمیشہ علمِ ذات (آتم گیان) میں محو رہنا۔ علمِ صفات (تتو گیان) سے آگاہ ہونا یہ گیان ہے۔ جو اس کے اُلٹ ہے۔ وہ اگیان ہے۔

۱۳ - اب میں اس کی تعریف بیان کروں گا۔ جو جاننے کے قابل (گیے) ہے اور جسے جان لینے سے مکتی حاصل ہوتی ہے۔ جس کی ابتدا نہیں۔ جو لازوال ہے۔ اور حق و باطل سے بالا تر ہے۔

۱۴ - جس کے ہاتھ پاؤں۔ آنکھیں سر اور منہ سب طرف پھیلے ہوئے ہیں اور جو کل عالم پر محیط ہے۔

۱۵ - وہ اندریوں سے بے تعلق ہے لیکن اندریوں کے سب فعل اس کی وجہ سے ظہور میں آتے ہیں۔ وہ سب سے علیحدہ ہے لیکن سب کی پرورش کرتا ہے۔ وہ صفات سے مبرّا ہوتے ہوئے بھی صفات پر عبور رکھتا ہے۔

۱۶ - وہ ذی روحوں کے اندر بھی موجود ہے۔ اور باہر بھی۔ وہ ساکن بھی ہے اور متحرک بھی۔ وہ دور بھی ہے۔ اور نزدیک بھی۔ لیکن لطیف ہونے کے باعث محسوس نہیں ہوتا۔

۱۷ - وہ ایک ہو کر بھی انیک جانداروں میں منقسم نظر آتا ہے۔ اے ارجن وہی کل ذی روحوں کی پیدائش۔ فنا اور قیام کا موجب ہے۔

۱۸ - وہ تمام روشنیوں کی روشنی ہے۔ تاریکی سے دور ہے۔ اور سب کے دلوں میں عالم۔ علم اور معلوم بن کر مقیم ہے۔

۱۹ - یہاں تک کھشیتر (جسم) گیان (علم) اور گیے (جاننے کے قابل) کا جو بیان

ہوا ہے۔ اس سے آگاہ ہو کر میرا بھگت مجھے پا لیتا ہے۔

۲۰۔ یوں سمجھ کر کہ پُرش نہ پرکرتی کی ابتدا نہیں۔ اور جملہ نیک و بد خاصیتیں ستوگن۔ رجوگن۔ تموگن) پرکرتی سے پیدا ہوتی ہیں۔

۲۱۔ فعل۔ فاعل اور مفعول کی پیدائش پرکرتی سے ہے لیکن سکھ اور دُکھ میں تمیز کا ذریعہ پُرش (آتما) ہے۔

۲۲۔ پُرش پرکرتی میں قائم ہو کر ان خواص کو جو پرکرتی سے پیدا ہوتے ہیں استعمال میں لاتا ہے۔ اور یہی لگاؤ اُسکے نیک و بد قلوب میں پیدا ہونیکا باعث ہے

۲۳۔ یہی ذاتِ پاک جو سب پر نظر رکھنے والی۔ کل کائنات کی مالک۔ سب کی پرورش کرنے والی اور ہستِ مطلق ہے۔ اس فانی جسم میں نزول کرتی ہے

۲۴۔ جو اس طرح پُرش پرکرتی اور پرکرتی کے خواص کی ماہیت سے آگاہ ہے وہ کسی حالت میں بھی دوبارہ جنم نہیں لیتا۔

۲۵۔ بعض تصور سے ذاتِ مطلق کو اپنے باطن میں دیکھتے ہیں (آتما کے ذریعے پرماتما کو پہچانتے ہیں) بعض گیان کے ذریعہ اور بعض کرم کے راستے سے

۲۶۔ اور ان تمام طریقوں سے ناآگاہ انسان بھی لوگوں سے سُنے ہوئے طریقوں پر سچی عقیدت سے عمل کرتے ہوئے نجات حاصل کر لیتے ہیں۔

۲۷۔ اے ارجن۔ تو یہ بات ذہن نشین کر لے۔ کہ جو کوئی بھی متحرک یا غیر متحرک چیز پیدا ہوتی ہے۔ وہ جسم (کھشیتر) اور آتما (کھشیترگیہ) کے ملاپ سے ظہور میں آتی ہے۔

۲۸۔ جو یہ جانتا ہے کہ ذاتِ مطلق کل مخلوقات میں یکساں ہے۔ اور ان

کے فنا ہونے پر بھی خود فنا نہیں ہوتی۔ اُسے روشن ضمیری حاصل ہے۔

۲۹۔ وُہ کل عالم میں اس ذاتِ مطلق کو یکساں دیکھ کر اپنے آپ کو فنا کے چکر سے بچا لیتا ہے۔ اور اس طرح اعلیٰ منزل کو پہنچتا ہے۔

۳۰۔ جو یہ دیکھتا ہے۔ کہ کُل کرم پرکرتی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور پُرش یعنی آتما کو ان سے کوئی لگاؤ نہیں۔ وہی اہلِ بینش ہے۔

۳۱۔ جب وُہ تمام دُنیا کو ایک ہی لڑی میں پرویا ہُوا دیکھتا ہے۔ اور ایک ہی جلوے سے منوّر پاتا ہے۔ تب وُہ مُکتی حاصل کر لیتا ہے۔

۳۲۔ اے ارجن یہ ذاتِ لازوال۔ آغاز اور صفت سے مبرّا ہونے کے باعث جسم میں رہتے ہوئے بھی کسی فعل کی آلائش سے آلودہ نہیں ہوتی۔

۳۳۔ جس طرح خلا سے کوئی جگہ خالی نہیں۔ لیکن لطیف ہونے کے باعث وہ کسی چیز سے آلودہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح ذاتِ مطلق سب جانداروں میں ہوتے ہوئے بھی سب سے علیحدہ ہے۔

۳۴۔ اے ارجن! جس طرح ایک سُورج سے تمام عالم منوّر ہے۔ ہُوبہُو اسی طرح ایک ذاتِ مطلق سے تمام اجسام کو قیام ہے۔

۳۵۔ جو جسم اور آتما کا فرق اور پرکرتی سے مخلصی پانے کا ذریعہ علم معرفت سے جان لیتے ہیں۔ وُہ نجات پا جاتے ہیں۔

کھشیتر و کھشیتر گیہ یوگ نامی تیرھواں ادھیائے سمپورنم

# تشریح

## ادھیائے تیرھواں

پیشِ نظر ادھیائے میں پرکرتی و پُرش کی کارن، سوکھشم اور استھول حالتوں کی تشریح کی گئی ہے۔

| کارن | گیان | گیے |
|---|---|---|
| سوکھشم | پرکرتی | پُرش |
| استھول | کھشیتر | کھشیتر گیہ |

**کارن گیان و گیے** گیان یعنی علم وہ ہے جو نیک جذبات کے پیدا کرنے کا موجب بنے اور اِنسان کو ترقی کی جانب لے جائے جس سے من میں تسکین پیدا نہ ہو۔ جو نقصانات کے پیدا کرنے کا موجب ہو۔ وہ گیان نہیں کہلا سکتا۔ اِسی سلسلہ میں عالم وہ ہے جو نیک اعمال ہے۔ چند کتابوں کو زبانی

ٹ لینے والا عالم کہلانے کا مستحق نہیں گئے یعنی علیم اس ذاتِ لازوال کے لئے استعمال میں لایا گیا ہے۔ کہ جیسے جان لینے کے بعد اور کسی کو جاننے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ جو روحانی و ابدی سرور کا سرچشمہ ہے۔ محیطِ کل اور خالقِ کائنات ہے۔ اسی لئے اُسے گیہ (یعنی جاننے کے قابل) کہا گیا ہے

**سوکھشم — پرکرتی و پُرش**

فعل۔ فاعل اور مفعول کی پیدائش پرکرتی سے ہے۔ دُنیا کی سب نیرنگیاں پرکرتی یعنی قدرت سے ظہور میں آتی ہیں۔ پُرش یعنی ذاتِ مطلق کو اُن سے دُور کا بھی علاقہ نہیں۔ پُرش چونکہ پرکرتی کے زیرِ اثر ان نیک و بد تاثرات کو جو پرکرتی سے ظہور میں آتے ہیں۔ استعمال میں لاتا ہے۔ اسلئے وہ کرم پھل کے بھگتنے کا سزاوار بنتا ہے۔ اور یہی لگاؤ اس کے نیک و بد قلوب میں پیدا ہونے کا باعث بنتا ہے۔

**استھول — کھشیتر و کھشیتر گیہ**

کھشیتر مندرجہ ذیل چوبیس اجزا کا مجموعہ ہے۔

۱۔ آکاش۔ ۲۔ ہوا۔ ۳۔ پانی۔ ۴۔ آگ۔ ۵۔ زمین ۶۔ اہنکار

پانچ عناصر

۷۔ عقل۔ ۸۔ قوتِ متخیلہ ۹۔ قوتِ سامعہ۔ ۱۰۔ لامسہ۔ ۱۱۔ باصرہ۔ ۱۲۔ ذائقہ۔ ۱۳۔ شامہ

پانچ گیان اندری

(سُننے۔ چھونے۔ دیکھنے۔ چکھنے۔ و سونگھنے کی قوتیں)

۱۴۔ ہاتھ۔ ۱۵۔ پاؤں۔ ۱۶۔ مُنہ۔ ۱۷۔ مقام بول۔ ۱۸۔ مقام براز

پانچ کرم اندری

۱۹۔ من ۲۰۔ کان۔ ۲۱۔ پوست۔ ۲۲۔ آنکھ۔ ۲۳۔ زبان۔ ۲۴۔ ناک

پانچ ماترا (آلہ حواس)

یہ چوبیسوں اجزا انسانی جسم کے فلسفہ سانکھیہ سے ثابت ہوتے ہیں۔ ان ہی اجزا کی ترکیب سے رغبت۔ نفرت۔ سکھ دکھ۔ موت۔ زندگی اور پیدائش کی ساتوں حالتیں پیدا ہوتی ہیں۔ جس پچیسویں ہستی سے اس جسم کو قیام ہے وہی ذاتِ مطلق ہے۔ اس جسم میں اُسے کھشیتر گیہ کا درجہ حاصل ہے۔ کھشیتر گیہ کے لفظی معنی کھیت کو جاننے والے کے ہیں۔ لیکن اس ادھیائے میں جسم کو کھیت تصور کرتے ہوئے جیو آتما کو کھشیتر گیہ سے تشبیہ دی ہے۔ بقول کبیر صاحب۔ ؎

ارے او مورکھ کھیتی دارا
جتن بن مرگوں نے کھیت اُجاڑا
پانچ مرگ پچیس مرگنی۔ چنچل تین چکارا
اپنے اپنے رس کے لوبھی چرتے بھریں نیارا نیارا
کام کرودھ دو اصل مرگ ہیں نت اٹھ چرت سویرا
پریم بان لے چڑھو پارہ وہی بھاؤ بھگت کر مارا
بیدی بید سکل سب بانچیں جا سے بھید نیارا
اٹل جوت شن گھر تاپے پرسے پریم نیارا
ست کی باڑ دھرم کی کھیتی گورو کا شبد رکھوارا
کہت کبیر سنو بھائی سادھو یہ باں بھلی سنبھارا

ارے او مورکھ کھیتی دارا!
جتن بن مرگوں نے کھیت اجاڑا

اِسی ادھیائے کے شلوک نمبر ۲۶ میں بھگوان کرشن یہ امر واضح طور پر بیان کرتے ہیں۔ کہ ابھیاس۔ گیان یا کرم گو ذریعہ نجات ہیں۔ لیکن نجات حاصل کرنے کے لئے سب سے ضروری چیز سچی عقیدت ہے۔ جو شخص خلوصِ قلب سے میری شرن میں آتا ہے۔ وُہ ابھیاس۔ گیان اور کرم کے طریقوں سے ناآگاہ ہونے پر بھی نجات حاصل کرتا ہے۔

اوم ——— اوم ——— اوم

# اَدھیائے چودھواں

۱۔ بھگوان کرشن نے فرمایا۔ اے ارجن اب مَیں تم سے پھر اس اعلےٰ گیان کو بیان کرتا ہوں۔ کہ جس سے آگاہ ہو کر تمام رشی منی درجۂ کمال کو پہنچتے ہیں۔

۲۔ اس گیان کے ذریعہ میرے سروپ کو پہچاننے والے پھر نہ تو سلسلۂ آفرینش کے وقت پیدا ہوتے ہیں۔ اور نہ قیامت یعنی فنا کے وقت موت سے ہمکنار ہوتے ہیں۔

۳ - اے ارجن! جب میں پرکرتی میں آفرینش کا بیج ڈالتا ہوں۔ تو تمام موجوداتِ عالم کو خلعتِ وجود حاصل ہوتا ہے۔

۴ - اے ارجن۔ جس قدر وجود عالم ظہور میں آتے ہیں۔ پرکرتی ان کی ماں ہے۔ اور میں پیدا کرنے والا باپ ہوں۔

۵ - اے قوی بازو۔ پرکرتی سے پیدا ہونے والے ستوگن۔ رجوگن و تموگن ہی اس لافانی آتما کو جسم میں مقید رکھنے کا موجب بنتے ہیں۔

۶ - اے مردِ نیک! ستوگن اِن تینوں گنوں میں افضل ہونے کے باعث پُر نور اور لازوال آتما کو گیان و سرور کے تعلقات کا پابند کرتا ہے۔

۷ - اے ارجن! رجوگن شوق کی صورت رکھتا ہے اور خواہشات سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ آتما کو کرموں کے تعلقات کا پابند کرتا ہے۔

۸ - اے ارجن۔ جہالت سے پیدا شدہ تموگن موہ کے پیدا کرنے کا موجب بنتا ہے۔ اور آتما کو غفلت، سُستی اور نیند کا پابند کرتا ہے۔

۹ - اے ارجن۔ ستوگن سرور پیدا کرتا ہے۔ رجوگن کرموں کی جانب مائل کرتا ہے۔ اور تموگن گیان کو ڈھانپ کر عیش و آرام کی جانب لے جاتا ہے۔

۱۰ - اے ارجن۔ رجوگن و تموگن کے مغلوب ہونے پر ستوگن بڑھتا ہے۔ ستوگن و تموگن کے مغلوب ہونے پر رجوگن۔ اور اسی طرح ستوگن و رجوگن کے مغلوب ہونے پر تموگن غالب ہو جاتا ہے۔

۱۱ - جس وقت جسم کے تمام دروازے گیان کے نور سے منوّر ہوتے ہیں اس وقت ستوگن کا غلبہ ہوتا ہے۔

۱۲ - اے ارجن! رجوگن کے غالب ہونے پر لالچ - نفسانیت - اضطراب بے چینی و خواہشات پیدا ہوتے ہیں۔

۱۳ - اے ارجن - جہالت - کاہلی اور موہ تموگن کے غالب ہونے سے پیدا ہوتے ہیں۔

۱۴ - جو انسان ستوگن کے غلبہ کے وقت جسم تیاگتے ہیں۔ وہ گیانیوں کے پاک عالم میں پہنچتے ہیں۔

۱۵ - رجوگن کے غلبہ کے وقت جسم چھوڑنے سے نیک اعمالوں کے گھر پیدائش ہوتی ہے - اور تموگن کے غلبہ کے وقت مرنیوالے جاہلوں کے قلب میں پیدا ہوتے ہیں۔

۱۶ - ستوگنی کرموں کا نتیجہ پاکیزگی - رجوگنی کرموں کا نتیجہ حرص - اور تموگنی کرموں کا نتیجہ جہالت کہا گیا ہے۔

۱۷ - ستوگن سے گیان پیدا ہوتا ہے - رجوگن سے لالچ - اور تموگن سے موہ - غفلت - نادانی۔

۱۸ - ستوگنی بلندی کی جانب بڑھتے ہیں - رجوگنی درمیان میں رہتے ہیں - اور تموگنی جو ذلالت کے مخزن ہیں پستی میں گرتے ہیں۔

۱۹ - جو دانشمند ان تینوں گنوں کے سوائے کسی کو فاعل نہیں مانتا - اور اس ہستی کو جو ان تینوں گنوں سے بالا ہے - پہچان لیتا ہے - وہ یقیناً مجھ میں مل جاتا ہے۔

۲۰ - جو انسان ان تینوں گنوں پر جو کہ جسم سے پیدا ہوتے ہیں حکومت کرتا

ہے۔ وہ پیدائش موت۔ بڑھاپے اور بیماری سے آزاد ہو کر آبحیات پیتا ہے۔

۲۱۔ ارجن نے دریافت کیا۔ ہے پربھو جو ان تینوں گنوں سے آزاد ہوتا ہے اس کی شناخت کیا ہے۔ اس کے اطوار کیسے ہوتے ہیں۔ اور وہ کیونکر ان تینوں گنوں پر حاوی ہو جاتا ہے۔

۲۲۔ سری بھگوان نے جواب دیا۔ جو انسان گیان (ستوگنی)، شوق (رجوگنی) اور موہ (تموگنی) کی حالتوں کے پیدا ہونے پر اُن سے پریشان نہیں ہوتا۔ اور ان کی عدم موجودگی میں ان کی تمنا نہیں رکھتا۔

۲۳۔ اور کسی چیز سے تعلق نہ پیدا کرتا ہُوا ان تینوں گنوں کے اثرات سے محفوظ رہتا ہے۔ وُہ یہ جانتے ہوئے کہ کل تغیرات گنوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ ہمیشہ ساکن اور مستقل رہتا ہے۔

۲۴۔ جو سکھ اور دُکھ میں یکساں رہتا ہے۔ جس کی نظروں میں لوہا۔ پتھر اور سونا ایک ہی وقعت رکھتے ہیں۔ جو دِل پسند اور غیر پسند چیزوں کو ایک نظر سے دیکھتا ہے۔ اور اپنی تعریف اور مذمت سے بے نیاز رہتا ہے۔

۲۵۔ جو عزت اور بعیزتی۔ دوست اور دشمن سب کو یکساں سمجھتا ہے اور جو کرموں کے پھل سے بے تعلق رہتا ہے۔ اُسے اِن تینوں گنوں سے آزاد سمجھنا چاہیئے۔

۲۶۔ جو سچی عقیدت سے میری اُپاسنا کرتا ہے۔ وہ اِن تینوں گنوں سے بالاتر ہو کر ذاتِ حق میں وصل ہو جاتا ہے۔

۲۷۔ کیونکہ میں ہی اس ذاتِ مطلق کا ظہور ہوں۔ جو لافانی اور لازوال ہے اور سچائی و دائمی راحت کا سرچشمہ ہے۔

# تشریح

## ادھیائے چودھواں

تیرھویں ادھیائے میں جسم اور آتما کی تشریح بالتفصیل کی گئی ہے۔ پیشِ نظر ادھیائے میں اس تعلق کا بیان کیا گیا ہے۔ جو جسم اور آتما کے درمیان واقع ہے۔ اور جو اس کے نیک و بد قلوب میں پیدا ہونے کا باعث بنتا ہے۔ دراصل آتما جو کہ جزو ہے اس کل کا جسے پرماتما کہتے ہیں۔ کرموں کی آلائش سے مبرا ہے۔ لیکن یہ آتما چونکہ پرکرتی کے زیر اثر ان نیک و بد تاثرات کو جو پرکرتی ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ استعمال میں لاتی ہے اس لئے یہ لگاؤ اس کے اچھے یا برے قلوب میں پیدا ہونے کا باعث بنتا ہے۔ یہ لگاؤ فقط اسی وقت تک قائم رہتا ہے۔ جب تک کہ انسانی عقل خود کو پرکرتی کے تابع سمجھتی ہے۔ لیکن جس لمحہ بھی علمِ حقیقت سے آگاہ ہو جاتی ہے۔ یعنی جب انسان یہ سمجھ لیتا ہے۔ کہ اس کی آتما ہر طرح کی آلائش

سے پاک ہے۔ اور اس صفاتی دُنیا سے بالاتر ہے۔ اسی لمحہ یہ بندھنوں کا چکر ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ اور آتما پرماتما میں شامل ہو جاتی ہے۔ ایک بار اس چکر سے آزاد ہو جانے کے بعد دوبارہ یہ لگاؤ پیدا نہیں ہوتے۔

ستوگن۔ رجوگن۔ تموگن۔ یہ تینوں گُن پرکرتی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور چونکہ یہ انسان کو تعلقات کے بندھن سے باندھے رکھتے ہیں۔ اسلئے جب تک انسانی عقل اُن کے تاثرات کو قبول کرتی ہے۔ ترقی کی راہ مسدود رہتی ہے لیکن جس لمحہ بھی علمِ ذات کی آگاہی سے انسان ان تعلقات کو اُتار پھینکتا ہے۔ وہ ان تینوں گنوں سے بالا ہو کر ذاتِ حق میں وصل ہو جاتا ہے۔ دراصل ستوگن۔ رجوگن اور تموگن کا یہ صفاتی چکر انسانی عقل کو اس آتما کے جو کہ پرماتما کا جزو ہے سمجھنے کا موقعہ ہی نہیں دیتا۔ اور حقیقت پر ایک پردہ بن کر آتما اور پرماتما کے مابین حائل ہو جاتا ہے۔ پھر جب تک اس پردہ کو چاک نہیں کیا جاتا۔ حقیقت انسانی عقل سے پوشیدہ رہتی ہے۔

زیادہ تشریح کے لئے دیکھو ادھیائے ساتواں۔

اوم اوم اوم

# ادھیائے پندرھواں

۱۔ بھگوان کرشن نے فرمایا۔ اے ارجن۔ گیانیوں نے ایک لازوال درخت کا ذکر کیا ہے جس کی جڑ اُوپر اور شاخیں نیچے ہیں اور جس کے پتے وید ہیں۔ جس نے اس درخت کی ماہیت معلوم کر لی ہے۔ وہی ویدوں کا عالم ہے۔

۲۔ اس کی شاخیں جو صفات یعنی گنوں کے تنے سے پھوٹی ہوئی ہیں۔

اور جن میں لذات کے شگوفے لگے ہوئے ہیں۔ اُوپر اور نیچے پھیلی ہوئی ہیں اور اِنسانوں سے کرم کروانے والی اس کی جڑیں نیچے کی جانب لٹکی ہوئی ہیں۔

۳ - اس دُنیا میں اس کی وہ شکل نظر نہیں آتی۔ نہ ہی اس کے اِبتدا۔ اِنتہا۔ اور قیام کا پتہ چلتا ہے۔ اس مضبوط جڑ والے درخت کو بے تعلقی کی تیز تلوار سے کاٹ کر۔

۴ - اِنسان کو چاہیئے۔ کہ اس مقام کی تلاش کرے۔ جہاں پہنچکر واپس لوٹنا نہ پڑے۔ اور وہ اس کی پناہ میں آئے۔ کہ جس کے باعث اس دنیا کا سِلسلہ زمانہ قدیم سے چلا آتا ہے۔

۵ - دانشمند اِنسان غرور اور موہ سے آزاد اور دنیاوی تعلقات سے کنارہ کش ہو کر ہمیشہ اپنی آتما میں محو رہ کر۔ خواہشات سے مُنہ موڑ کر اور رنج و راحت کا خیال دِل سے نِکال کر اُس اعلیٰ اور لازوال مقام تک پہنچے ہیں۔

۶ - جہاں سُورج۔ چاند اور آگ کی روشنی کو دخل نہیں۔ اور جہاں پہنچ کر پھر واپس لَوٹنا نہیں پڑتا۔ وُہ میرا اعلیٰ مقام ہے۔

۷ - میرا لافانی نور جانداروں کی جان بن کر اندر رہوں اور من کو اپنی جانب کھینچتا ہے۔

۸ - جسم میں نزول کرتے۔ یا جسم کو چھوڑتے وقت جیو انہیں اس طرح ساتھ لے جاتا ہے۔ جس طرح ہوا خوشبو کو۔

۹ - کان۔ آنکھ۔ کھال۔ زبان۔ ناک اور من کے وسیلہ سے جیو محسوسات کو استعمال میں لاتا ہے۔

۱۰ - ناسمجھ انسان آتما کے جسم میں نزول۔ قیام۔ حرکات و گنوں کی پابندی کو نہیں دیکھ سکتے۔ انہیں صرف گیانی سمجھتے ہیں

۱۱ - یوگی علمِ ذات کے ذریعہ کوشش کرنے پر جیو کو اپنے اندر مقیم دیکھتے ہیں۔ لیکن علمِ ذات سے ناآگاہ جاہل لوگ کوشش کرنے پر بھی اُسے نہیں دیکھ سکتے

۱۲ - تمام عالم کو منور کرنے والے سورج۔ چاند اور آگ میں میرا ہی جلال منعکس ہے۔

۱۳ - میں ہی تمام جمادات کو زمین میں داخل ہو کر سہارا دے رہا ہوں۔ اور تمام نباتات کو چاند کی روشنی سے بالیدگی بخش رہا ہوں۔

۱۴ - میں ہی جانداروں کے جسم میں حرارتِ غریزی بن کر پران واپان وایو کے ذریعہ چاروں قسم کی ہوا کو ہضم کرتا ہوں۔

۱۵ - میں ہی سب کے دلوں میں قائم ہو کر یاد داشت اور سہو کا مخزن بنتا ہوں۔ سب ویدوں میں مجھے ہی جاننے کی تلقین کی گئی ہے۔ ویدانت کا مصنف اور ویدوں کا عالم میں ہی ہوں۔

۱۶ - اس دُنیا میں دو طرح کی ہستیاں ہیں۔ کھشر (فانی) اور اکھشر (لافانی)۔ تمام موجودات کو فانی کہا گیا ہے۔ لیکن انہیں قائم رکھنے والی قوت (جیو) کو لافانی مانا گیا ہے۔

۱۷ - جو ان دونوں سے برتر ہستی ہے۔ اُسے پرماتما کہتے ہیں۔ اور اسی لافانی ہستی سے تینوں عالموں (لوکوں) کو قیام ہے۔

۱۸ - چونکہ میں کھشر اور اکھشر دونوں سے افضل ہوں۔ اس لئے اس دُنیا نے اور

ویدوں نے مجھے پرشوتم (بے نشان) کہا ہے۔

۱۹۔ اے ارجن جو اس طرح پر مجھے پرشوتم جانتا ہے۔ وہ سب کچھ جانتا ہے۔ اور سب کرموں کے کرتے ہوئے میرا ہی بھجن کرتا ہے۔

۲۰۔ اے ارجن! اس پوشیدہ گیان کو جسے مَیں نے اوپر بیان کیا ہے سمجھ لینے کے بعد انسان کو اور کچھ سمجھنا یا کرنا باقی نہیں رہتا۔

پرشوتم یوگ نامی پندرھواں ادھیائے سمپورنم

# تشریح

## ادھیائے پندرھواں

اِنسان ایک درخت کی صُورت رکھتا ہے۔ جس کی جڑ یعنی دماغ اوپر کو ہے۔ اور ہاتھ پاؤں، حواس یعنی شاخیں نیچے کی جانب۔ اس ادھیائے کے ابتدا میں جس لازوال درخت کا بیان کیا گیا ہے۔ اس کی تفسیر مختلف گیانیوں نے مختلف طور پر کی ہے۔ بعضوں کے بیان کے مطابق اس سنسار کو اس لازوال درخت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ لیکن اپنشدوں کے مطالعہ (یجر وید کے تیسرے اپنشد واتھر وید کے کھُولی اُپنشد) سے یہ امر صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے۔ کہ اس لازوال درخت کی مضبوط جڑ پرکرتی ہے۔ کہ جیسے اِس ادھیائے کے تیسرے شلوک میں بے تعلقی کی تلوار سے کاٹنے کی تلقین کی گئی ہے یہ جڑ یعنی پرکرتی انسان کے حواس کو بیدار کرتی ہے۔ اور ان سے جسمانی فعل کرواتی

ہے۔ اور اس کا تنہ یہ تینوں گن یعنی ستاتک۔ راجس و تامس ہیں۔ اسکی شاخیں اِندریاں ہیں۔ جن میں لذتِ دنیاوی کے شگوفے لگتے ہیں۔ وید یعنی علمِ سینہ کو اس کے پتے کہا گیا ہے۔ اور چونکہ جتنے بھی علم اس دُنیا میں موجود ہیں۔ سب اسی درخت سے ظہور میں آئے ہیں۔ اسلیئے اس درخت کو جاننے والے کو ویدوں کا عالم مانا گیا ہے۔

اِنسانی جسم میں آتما کے نزول کو رشیوں نے اونکار سے بھی تشبیہ دی ہے جس کی ظاہری صورت (ॐ) بھی اس درخت کی مانند ہے۔ جس کی جڑ اوپر اور شاخیں نیچے کی جانب ہیں۔ انسان اپنے باطن میں ان ابتدائی حرکات کو جو آتما سے سرزد ہوتے ہیں۔ دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ نہ ہی اُسے اس کی ابتدا۔ انتہا اور قیام کا پتہ چلتا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ تعلقات دنیاوی سے کنارہ کش ہو کر اس ذاتِ مقدس کی تلاش کرے۔ کہ جس کے باعث اس دُنیا کا سلسلہ ابتد ا سے چلا آتا ہے۔ جو بظاہر عدم پتہ ہے۔ لیکن بہ باطن ہر لمحہ ہمارے ساتھ ہے اور جسے جاننے کے لئے علمِ ذات کے ذریعہ صرف اپنے آپکو جاننے کی ضرورت ہے۔ ۱۵

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سُراغِ زندگی

اور چونکہ اس ذاتِ لازوال کا مقام باطن میں اس جگہ ہے۔ جہاں سُورج۔ چاند و آگ کی روشنی کو دخل نہیں۔ جو حواس و محسوسات سے بالا ہے اور صرف علمِ ذات سے جانا جا سکتا ہے۔ اس لئے اُس مقام کو افضل کہا ہے۔

ذاتِ لازوال چونکہ سب جانداروں میں ایک ہے۔ اور یہی ایک جلوہ ہے۔ جو تمام جانداروں کی جان بن کر کل عالم کو منور کئے ہوئے ہے۔ اس لئے جب اِنسان اِس رمز سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ اور کل عالم کو ایک ہی لڑی میں پرویا ہوا دیکھتا ہے۔ تو اس پر تمام اسرارِ کائنات واضح ہو جاتے ہیں۔ اور وہ نجات پاتا ہے۔

## ادھیائے تیرھواں شلوک نمبر ۳۱

"جب تمام دُنیا کو ایک ہی لڑی میں پرویا ہوا دیکھتا ہے۔ اور ایک ہی جلوے سے منور پاتا ہے۔ تب وُہ مُکتی پاتا ہے۔"

جان کا جسم میں نزول سوکھشم سے استھول صورت میں ہوتا ہے۔ جس کی تفصیل انزیا اپنشد میں واضح طور پر بیان کی گئی ہے۔ جس طرح بیج میں تنہ۔ شاخیں۔ پھل۔ پھول اور پتے پنہاں ہوتے ہیں۔ اِس طرح نطفۂ اِنسانی میں تمام اجزائے اِنسانی و حواس پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اور یہ نطفہ جب پُشتِ پدر سے شکمِ مادر میں جاتا ہے۔ تو ان پانچ مادہ (آلہ حواس) اور دِل کو اس طرح اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ جس طرح ہوا خوشبو کو۔ پیدائش کے بعد بچہ دل و آلۂ حواس کے ذریعہ بیرونی دُنیا میں اشیا کی تمیز کرتا ہے

خواہش کا پیدا ہونا۔ اور نطفہ بن کر رِحم میں داخل ہونا نزول کی حالت ہے۔ حمل کا زمانہ قیام کا زمانہ ہے۔ اور پیدائش کے بعد زمانے کو حرکات و گنوں کی پابندی کا زمانہ کہتے ہیں۔ (دیکھو اسی ادھیائے کا شلوک نمبر ۱۰)

اسی غلط فہمی میں مبتلا انسان خود کو گنوں کا پابند اور پرکرتی کا آدھین تصور کرتا ہوا ۔ ان سہ گانہ صفات کے چکر میں الجھا رہتا ہے ۔ اور جب تک وہ یہ نہیں سمجھ لیتا کہ جیو یعنی آتما ایک ایسی نورانی قوت ہے ۔ کہ تاریکی جس کے پاس تک نہیں پھٹک سکتی ۔ جو ہر قسم کی آلائش سے پاک اور پرکرتی سے پیدا شدہ صفات سے بالا و برتر ہے ۔ اُسے شانتی نصیب نہیں ہوتی

اوم ـــــ اوم ـــــ اوم

# اُدھیائے سولہواں

۱ - بھگوان کرشن نے فرمایا - بے خوفی - پاک باطنی - علم اور عمل میں ثابت قدمی
سخاوت - ضبط حواس - یگیہ - شاستروں کا مطالعہ - تپ - خوش طبعی
۲ - اہنسا - راست بازی - تحمل - نیکی - اطمینان - عیب جوئی سے پرہیز -
رحملی - قناعت - بُردباری - حیا - سنجیدگی -
۳ - جلال - عفو - استقلال - پاکیزگی - صلح پسندی اور انکساری یہ اوصاف

اعلیٰ طبقہ کے فرشتہ سیرت انسانوں میں پائے جاتے ہیں۔

۴۔ اے ارجن۔ فریب۔ خود نمائی۔ تکبر۔ غصہ۔ سنگدلی اور جہالت یہ ادنے طبقہ کے شیطانی خصلت والے انسانوں کے اوصاف ہیں۔

۵۔ ملکوتی صفات باعثِ نجات اور شیطانی خصائل موجبِ پابندی مانے گئے ہیں اے ارجن تو ہراساں نہ ہو کیونکہ تو ملکوتی صفات لیکر پیدا ہوا ہے۔

۶۔ اس دنیا میں فرشتہ سیرت اور شیطانی خصلت۔ دو طرح کے انسان پائے جاتے ہیں۔ اے ارجن فرشتہ سیرت انسانوں کا ذکر مفصل کیا جا چکا ہے۔ اب شیطانی خصلت رکھنے والوں کا حال سُن۔

۷۔ شیطانی خصلت کے مالک کرم واکرم میں تمیز نہیں رکھتے۔ پاکیزگی۔ نیک اعمالی اور سچائی اُن میں مفقود ہوتی ہے۔

۸۔ ان کے بیان کے مطابق اس جھوٹی اور بے بنیاد دُنیا کا کوئی مالک نہیں اور نر و مادہ کا ملاپ ہی اس کے پیدا ہونے کا سبب ہے۔

۹۔ ان خیالات کے پیرو کم فہم اور بد اعمال انسان اپنے اور دُنیا کے دشمن ہوتے ہیں۔ اور انجام کار تباہ ہو جاتے ہیں۔

۱۰ نفسانی خواہشات کی تشنگی انہیں فریب۔ غرور اور جوش کی جانب کھینچتی ہے۔ اور جہالت کے باعث وہ راہِ راست سے گمراہ ہو کر بد افعالی میں زندگی بسر کرتے ہیں۔

۱۱ وہ تمام عمر اسی فکر میں محو رہتے ہیں۔ اور عیش و عشرت کو زندگی کا ما حاصل تصور کرتے ہیں۔

۱۲ - صدہا خواہشات کی تکمیل کی آرزو لئے ہوئے - وہ شہوانی جذبات اور غصہ کے زیر اثر ناجائز طریقوں سے دولت جمع کرنے میں محو رہتے ہیں -

۱۳ - آج میری یہ مراد بر آئی ہے - اب میں یہ حاصل کروں گا - یہ اس وقت میری ہے - اور آئندہ بھی میری ہی رہے گی -

۱۴ - مَیں نے اس دشمن کو مارا ہے - اب باقی سب دشمنوں کو بھی مار ڈالونگا مَیں حکومت کرتا ہوں - عیش مناتا ہوں - مَیں زیرک ہوں - میں طاقتور ہوں - میں عیش و عشرت سے زندگی بسر کر رہا ہوں -

۱۵ - مَیں دولتمند ہوں میرا خاندان عالی ہے - میری کون برابری کر سکتا ہے - مَیں یگیہ کروں گا - دان دونگا - گلچھرے اڑاؤں گا - ایسے ہی اور اس طرح کے جہالت سے پیدا ہونے والے جذبات سے گمراہ انسان -

۱۶ - توہمات میں گرفتار ہو کر غفلت کی زندگی بسر کرتے ہوئے نفسانی تشنگی کو سیراب کرنے میں محو رہتے ہیں - ایسے ناپاک انسان دوزخ میں پڑتے ہیں -

۱۷ - ایسے مغرور سنگدل اور دولت کے نشہ میں بدمست انسان اپنی بڑائی کے لئے محض دکھلاوے کی خاطر یگیہ کرتے ہیں -

۱۸ اور خودی - طاقت - نخوت - خواہش اور غصہ سے مغلوب ہو کر دوسروں کو نفرت کرتے ہوئے میری ذات کو جو ان کے اور دوسروں کے جسموں میں یکساں طور پر مقیم ہے نفرت کرنے لگتے ہیں -

۱۹ - ایسے بے رحم - ذلیل اور بد خصلت انسانوں کو مَیں شیطانی جونوں میں بار ہا ڈالتا ہوں -

۲۰ - اے ارجن! وُہ بارہا جنم حاصل کرنے کے باوجود ذلالت سے زندگی بسر کرتے ہیں۔

۲۱ - شہوت۔ غصہ اور لالچ۔ یہ تینوں دوزخ کے مختلف دروازے ہیں جو انسان کو تنزل کی جانب لے جاتے ہیں۔ اس لئے ان تینوں کو ترک کرنا لازم ہے۔

۲۲ - اے ارجن! تموگن کے اِن دروازوں سے بچکر چلنے والا انسان اپنی بہتری وبہبودی کو مدِنظر رکھتا ہُوا اعلےٰ مقام کو پہنچتا ہے۔

۲۳ - لیکن جو انسان شاستروں کے اصول کے خلاف اپنی من مانی کارروائی کرتا ہے۔ وہ نہ تو راحت و کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ اور نہ ہی اعلےٰ مقام کو پہنچتا ہے۔

۲۴ - اِس لئے اے ارجن! تجھے کرم و اکرم سے آگاہ ہونے کے لئے شاستروں کی ہدایت کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔

—— دیوا سر سمپت یوگ نامی سولھواں ادھیائے سمپورنم ——

# تشریح

## اَدھیائے سولھواں

گناہوں کا مبدا تین چیزوں کو کہا گیا ہے :۔

۱۔ کام یعنی شہوت

۲۔ کرودھ یعنی غصّہ

۳۔ لوبھ بمراد لالچ

۱۔ کام یعنی شہوت :۔ یہ شیطان کا سب سے زبردست ہتھیار تسلیم کیا گیا ہے۔ بیشتر گناہ جو اس عالم ظہور میں وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ ان کی تفسیر اس کی بدولت باآسانی کی جا سکتی ہے۔ عقل انسان کی سب سے بہتر معاون کہی گئی ہے لیکن شہوت کا بھوت سر پہ سوار ہوتے ہی یہ یک لخت جواب دے جاتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی نیک و بد کی تمیز اُٹھ جاتی ہے۔ اندھے کا راہ سے گمراہ ہو جانا تعجب خیز نہیں کہلا سکتا۔ شہوت زدہ انسان جو کچھ بھی کر گزرے وہ تھوڑا

ہے۔ جو کام شہوت، کے حملہ سے بچ گیا۔ اُس نے ایک طرح سے گناہوں پر فتح حاصل کر لی۔ اس لئے بھگوان کرشن نے اسے نرک کا ایک دروازہ کہا ہے اور حقیقتاً یہ نرک کا سب سے دلفریب اور سب سے زیادہ گمراہ کُن دروازہ ہے

۲۔ کرودھ یعنی غصہ:۔ اسے نرک کا دوسرا دروازہ کہا گیا ہے۔ اور یہ اُس وقت پیدا ہوتا ہے۔ جب کسی کے جھوٹے ابھیمان جھوٹے وقار۔ جھوٹی شرافت یا جھوٹی بزرگی کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ اور وہ اس خوف سے کہیں میرے ڈھول کا پول کھُل نہ جائے۔ یعنی ملمع اُتر جانے کے بعد تلخ حقیقت آشکارا نہ ہو جائے جوش سے بپھرنے لگتا ہے۔ اس روحانی گراوٹ کی حالت میں وہ اپنے ہمجنسوں اور رفیقوں تک سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ قطع نظر اس حقیقت کے کہ وہ بھی اُسی مٹی کا پُتلہ ہے کہ جس سے اس کا مدِمقابل تراشا گیا۔ دراصل بنی نوعِ آدم سے نفرت کرنا اُس پار برہم سے نفرت کرنا ہے جو سب جانداروں میں یکساں ہے۔ اور سب کو ایک ہی جوہر حیات سے منوّر کئے ہوئے ہے۔

۳۔ لوبھ یعنی لالچ:۔ لوبھ نرک کا تیسرا دروازہ ہے۔ اس کا تصور ہی انواع و اقسام کے گناہوں کا پیش خیمہ ہے۔ کشت و خون کے بیشتر واقعات کا ذمہ وار اسے ہی تصوّر کیا گیا ہے۔ جعلسازی اور فریب دہی تو اس کے معمولی کرتب ہیں۔

شیطان کے یہ تینوں ہتھیار عقل کے دشمن ہیں لیکن جنہوں نے عقلِ سلیم پائی ہے۔ جنہیں حواس پر غلبہ حاصل ہے۔ جو زبردست قوتِ ارادی کے مالک ہیں

وہ ہمیشہ اِن جذبات پر قادر رہتے ہیں۔

زبردست قوتِ ارادی کیا ہے۔ اور کیونکر پیدا کی جا سکتی ہے۔ اس کے لئے دیکھو تشریح ادھیائے دوم۔

من کی ورتیوں کو یکجا کر کے ایک جانب مبذول کرنے کی صلاحیت رکھنا زبردست قوتِ ارادی کہلاتا ہے۔ اور انہیں پرماتما کی جانب مبذول کرنا ذریعہ نجات بنتا ہے۔

زبردست قوتِ ارادی کے بعد عقلِ سلیم ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو کرم واکرم میں تمیز کرنا سکھاتی ہے۔ اور انسان کو گمراہی سے بچائے رکھتی ہے۔

دیوتا یا دَیت اور راکشس، کی کوئی علیحدہ نسل بجز نسلِ انسانی کبھی ظہور میں نہیں آئی۔ حقیقت یہ ہے کہ جنہوں نے اچھے کام کئے، جو فرشتہ سیرت لیکر پیدا ہوئے۔ وہ دیوتا کہلائے۔ برخلاف اس کے شیطانی خصلت کے مالک۔ بدکردار۔ اور بیہودہ لوگ دَیت کے نام سے مشہور ہوئے۔

اوم ——— اوم ——— اوم

# اُدھیائے سترھواں

۱۔ ارجن نے سوال کیا۔ ہے بھگون! جو شاستروں کے احکام سے ناآگاہ اِنسان عقیدت سے پرستش کرتے ہیں۔ ان کے جذبہ کو کیا ستوگنی۔ رجوگنی یا تموگنی سمجھنا چاہیئے۔

۲۔ بھگوان کرشن نے جواب دیا۔ دنیاوی لوگوں میں تین طرح کی عقیدت پائی جاتی ہے۔ (۱) ستوگنی یعنی پاک دبے ریا۔ (۲) رجوگنی یعنی شوق و

خواہش سے لبریز اور (۳) تموگنی یعنی جہالت اور تاریکی سے پُر۔ اب
اِن تینوں کا بیان سُن۔

۳۔ اے ارجن ہر بشر کی عقیدت اس کی فطرت کے مطابق ہوتی ہے۔ اور
عقیدت کا ہونا جزوِ بشریت ہے۔ جو انسان جس عقیدہ کا مالک ہوتا
ہے وہی اس کی شخصیت ہوتی ہے۔

۴۔ ستوگنی دیوتاؤں کی۔ رجوگنی یکش و راکشسوں کی اور تموگنی بھوت اور
پریتوں کی پرستش کرتے ہیں۔

۵۔ ایسے مغرور و خود غرض انسان جو خواہش و تمنا سے مغلوب ہو کر شاستروں
کی ہدایت کے خلاف کٹھن ریاضت کرتے ہیں۔

۶۔ اور اِس طرح اپنے جسم کو اور مجھے جو ان کے باطن میں مقیم ہوں۔
تکلیف پہنچاتے ہیں۔ ان کی عقیدت کو تموگنی سمجھنا چاہیئے۔

۷۔ غذا۔ یگیہ۔ ریاضت۔ اور دان ہر ایک کی تین اقسام ہیں۔ اُن
کا امتیاز سُن۔

۸۔ وہ غذا جو زندگی کو برقرار رکھتی ہے۔ قوتِ تولید طاقت۔ صحت
اور خوشی و فرحت میں اضافہ کرتی ہے۔ وہ ستوگنی لوگوں کو
مرغوب ہوتی ہے۔

۹۔ کڑوی۔ ترش۔ نمکین۔ گرم۔ چٹپٹی۔ خشک اور جلن پیدا کرنے والی
اشیاء رجوگنی لوگوں کو مرغوب ہوتی ہے۔

۱۰۔ باسی۔ بدذائقہ۔ بدبودار۔ جوٹھی اور ناپاکیزہ خوراک تموگنی لوگوں

کو پسند آتی ہے۔

۱۱۔ ستوگنی یگیہ وہ ہے۔ جو پھل کی خواہش نہ رکھتے ہوئے شاستروں کی آگیا انوسار۔ اپنا فرض خیال کرتے ہوئے کیا جاتا ہے۔

۱۲۔ اے ارجن! رجوگنی یگیہ وہ ہے۔ جو پھل کی خواہش کو دل میں رکھکر دنیاوی نمود کی خاطر کیا جاتا ہے۔

۱۳۔ جس یگیہ میں آہوتی نہیں ڈالی جاتی۔ نہ ہی منتر کے منتر الاپے جاتے ہیں جو دان دیئے بغیر بے قاعدہ طور پر بلا عقیدت کیا جاتا ہے۔ اُسے تموگنی یگیہ کہتے ہیں۔

۱۴۔ دیوتاؤں سے عقیدت رکھنا۔ برہمن گورو و صاحب علم انسانوں کی تعظیم کرنا۔ برہمچریہ کے اصولوں کی پیروی کرنا۔ اور کسی کو ایذا نہ پہنچانا۔ کایا تپ یعنی جسمانی ریاضت کہلاتا ہے۔

۱۵۔ زبان سے نشتر نہ چلانا۔ سچی۔ میٹھی اور سودمند باتیں کرنا۔ اور شاستروں کا مطالعہ کرنا۔ واچک تپ یعنی زبان کی ریاضت کہلاتا ہے۔

۱۶۔ ہمیشہ اطمینان۔ بُردباری اور یکسانیت رکھنا۔ حواس پر قادر رہنا۔ اور صفائی قلب میں محو رہنا مانسک تپ یعنی ریاضتِ قلبی کہلاتا ہے۔

۱۷۔ تپ کی مندرجہ بالا اقسام میں سے کوئی بھی تپ اگر پھل کی خواہش کو دل سے نکالکر بے غرضانہ کیا جاتا ہے۔

۱۸۔ جو تپ دنیاوی نمود۔ عزت اور بڑائی کے لئے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی خاطر خود غرضی کی بنا پر کیا جاتا ہے۔ وہ بے ثبات اور فانی

ہوتا ہے۔ اور رجوگنی کہلاتا ہے۔

۱۹۔ لیکن جو تپ اپنے آپ کو کشٹ دے کر دوسروں کو کشٹ پہنچانے کی غرض سے کیا جاتا ہے۔ وہ جہالت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اور تموگنی کہلاتا ہے۔

۲۰۔ وہ دان جو پھل کی خواہش نہ رکھ کر مناسب جگہ و مناسب وقت پر مستحق شخص کو دیا جائے ستوگنی کہلاتا ہے۔

۲۱۔ جو دان پھل یا معاوضہ کی توقع رکھتے ہوئے مجبوری کی حالت میں کیا جاتا ہے۔ رجوگنی کہلاتا ہے۔

۲۲۔ تموگنی دان وہ ہے۔ جو موقعہ و محل کی پرواہ کئے بغیر غیر مستحق انسان کو نفرت و تضحیک کے ساتھ دیا جاوے۔

۲۳۔ برہم کے اسم اعظم "اوم تت ست" کو تین مختلف صورتوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ اسی سے ابتدا میں برہمن وید اور یگیہ بنائے گئے۔

۲۴۔ اس لئے عارف لوگ اپنے ہر یگیہ۔ دان اور تپ۔ کو جن کی ویدوں میں ہدایت کی گئی ہے "اوم تت ست" کہہ کر "اوم" کا تصوّر کرتے ہوئے شروع کرتے ہیں۔

۲۵۔ مکتی کے خواہشمند پھل کی توقع سے بے نیاز ہو کر اپنے ہر یگیہ تپ اور دان کو "اوم تت ست" کہکر تت کا تصوّر کرتے ہوئے شروع کرتے ہیں۔

۲۶۔ لے ارجن "ست" سے مراد سچائی۔ نیکی اور نیک افعالی لی گئی ہے۔

اور یہ ہمیشہ نیک کاموں کے شروع میں استعمال کیا جاتا ہے۔

۲۷۔ یگیہ۔ تپ اور دان پر اعتقاد رکھنا بھی "ست" کہلاتا ہے۔ اور وہ کرم جو پرماتما کو پا لینے کے لئے کئے جاتے ہیں۔ انہیں بھی "ست" ہی کہا گیا ہے۔

۲۸۔ اے ارجن! وہ نیک افعال۔ دان یا تپ جو بے اعتقادی سے کئے جاتے ہیں "اسَت" کہلاتے ہیں۔ ان کا نہ اس لوک میں کوئی فائدہ ہوتا ہے نہ پرلوک میں۔

——— شردھا ترے وبھاگ یوگ نامی سترھواں ادھیائے سمپورنم ———

# تشریح

## اَدھیائے سترھواں

بھگوان کرشن نے اِس ادھیائے کے تیسرے شلوک میں فرمایا ہے۔ کہ جَیسا جس اِنسان کا عقیدہ ہوتا ہے۔ ویسی ہی اس کی شخصیت ہوتی ہے۔ مراد یہ کہ ہر ایک انسان کی شخصیت اس کی عقیدت کے مطابق ہوتی ہے۔ عقیدت کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ پاک دبے ریا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "ستوگنی"

۲۔ شوق و خواہش سے بھرپور۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "رجوگنی"

۳۔ جہالت اور تاریکی سے پُر۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "تموگنی"

دُنیا میں جتنے بھی کرم۔ یگیہ۔ تپ۔ دان۔ وغیرہ پھل کی خواہش سے بے نیاز ہو کر کسی آرزو کو دِل میں لائے۔ بغیر آتما کی اتپتی کے لئے کئے جانے

ہیں۔ یعنی جو افعال آتما کے پرماتما کو پا لینے کے سلسلہ میں ظہور پذیر ہوتے ہیں وہ ستوگنی کہلاتے ہیں۔ جس انسان سے یہ افعال سرزد ہوتے ہیں۔ وہ ستوگنی عقیدت کا مالک کہلاتا ہے۔

جو یگیہ۔ تپ۔ دان وغیرہ پھل کی خواہش دل میں لیکر نتیجہ کا تصور کرتے ہوئے شریر کی بہتری کے لئے کئے جاتے ہیں۔ یا جو افعال ضرورت یا مجبوری کے باعث انسان سے سرزد ہوتے ہیں۔ انہیں رجوگنی کہا گیا ہے۔ اپنی شہرت کا ڈنکہ بجوانے کے لئے یگیہ کرنا۔ آلام و مصائب میں گھر جانے پر ان سے نجات پانے کی امید میں ریاضت کرنا۔ یا موت کو سر بالیں کھڑا دیکھ کر انجام کے خوف سے غریبوں اور حاجتمندوں کو دان دینا یہ سب نیک افعال رجوگنی عقیدت رکھنے والوں سے سرزد ہوتے ہیں۔

حظ نفس اٹھانے کے لئے۔ کسی کو دھوکا یا فریب دینے کیلئے۔ توہین کرنے کے لئے۔ گمراہ کرنے کیلئے یا کسی کو کشٹ پہنچانے کے لئے اگر یگیہ۔ تپ دان آدی نیک افعال کئے جائیں۔ تو وہ تموگنی کہلاتے ہیں۔ اور جہالت کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ ان افعال کے کرنے والے تموگنی عقیدت کے مالک کہے گئے ہیں۔ ایسے افعال کا نہ اس لوک میں کوئی نتیجہ ہوتا ہے نہ پرلوک میں۔

"اوم تت ست" سے اس پار برہم کے علم۔ عالم اور معلوم کی صورت میں ظاہر ہونے کا تصور کیا گیا ہے۔ "اوم" اس پار برہم پرماتما و اس کے ظہور کو منکشف کرتا ہے۔ "تت" سے عالم باطن و "ست" سے عالم ظاہر کی مراد لی گئی ہے۔

اوم ـــــ اوم ـــــ اوم

# ادھیائے اٹھارہواں

۱۔ ارجن نے سوال کیا۔ اے قوی بازو۔ اے ہرشی کیش۔ اے کیشی راکشش کو ہلاک کرنے والے میں سنیاس اور تیاگ کی حقیقت کو علیحدہ علیحدہ سمجھنا چاہتا ہوں۔

۲۔ شری بھگوان نے جواب دیا۔ کرم کرنے کی خواہش کو ترک کرنا سنیاس کہلاتا ہے۔ اور کرموں کے پھل سے دست بردار ہونے

کو تیاگ کہا گیا ہے۔

۳۔ بعضوں نے کرموں کو گناہ کا منبع تصوّر کرتے ہوئے کرموں سے کنارہ کش ہونے کی تلقین کی ہے۔ اور بعض یگیہ۔ تپ۔ دان وغیرہ کرموں کو ترک کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔

۴۔ اے ارجن! تو تیاگ کے متعلق میری ناطق رائے سُن۔ اے جوانمرد تیاگ تین طرح کا بیان کیا گیا ہے۔

۵۔ یگیہ۔ دان اور تپ برگزیدہ انسانوں کے قلوب کی صفائی میں ممدو ثابت ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کا ترک کرنا واجب نہیں۔

۶۔ لیکن اے ارجن! ان افعال کو تعلق یا پھل کا خیال دل میں نہ لا کر کرنا چاہیئے۔ یہی سب سے اعلیٰ اصول ہے۔

۷۔ نیموں کا تیاگ درست نہیں۔ ایسا کرنا جہالت (تموگن) کا نتیجہ ہے۔

۸۔ وہ انسان جو ان افعال کو تکلیف دہ سمجھ کر تیاگ دیتا ہے۔ وہ خود غرض ہونے کے باعث تیاگ کے پھل سے محروم رہتا ہے۔ اس کا یہ تیاگ رجوگنی کہلاتا ہے۔

۹۔ اے ارجن وہ تیاگ پاکیزہ (ستوگنی) ہے۔ جس میں پھل و تعلق سے کنارہ کش ہو کر نیموں کو فرض خیال کرتے ہوئے کیا جاتا ہے۔

۱۰۔ جو تیاگی پاکیزہ خیالات و روشن ضمیری رکھتا ہے۔ وہ نیک افعال سے رغبت یا بد افعال سے نفرت نہیں رکھتا۔

۱۱- کوئی اِنسان کرموں کو مکمل طور پر ترک نہیں کر سکتا۔ اِس لئے کرموں کے نتیجہ سے بے تعلق ہو جانا ہی کامل تیاگ کہلاتا ہے۔

۱۲- جو تیاگی نہیں ان کی دانست میں عاقبت میں کرموں کا تین طرح کا معاوضہ۔ اچھا۔ بُرا اور متوسط ہوتا ہے۔ لیکن تارک کے لئے معاوضہ کا وجود نہیں۔

۱۳- اے ارجن! عِلم سانکھیہ کے مطابق کِسی کام کی تکمیل کے لئے جو پانچ اسباب ضروری ہیں۔ ان کی تفصیل مجھ سے سُن!

۱۴- ۱۔ ظرف یعنی مقام۔ ۲۔ فاعل یعنی کرتا۔ ۳۔ مختلف آلہ فعل یعنی پانچ کرم اِندری (ہاتھ۔ پاؤں۔ مُنہ۔ مقامِ بول و مقامِ براز) و پانچ گیان اِندری (قوت ہائے سامعہ۔ لامسہ باصرہ۔ ذائقہ۔ شامہ) ۴۔ مختلف خیالات و خواہشات۔ ۵۔ دیو یعنی اِندری گن یعنی وہ دیوتا کہ جنکی تحریک سے افعال سرزد ہوتے ہیں۔ (آکاش یعنی خلا کا دیوتا رودر۔ پَون یعنی ہوا کا دیوتا مُرت۔ اگنی یعنی آگ کا دیوتا سُورج۔ جل یعنی پانی کا دیوتا درون۔ پرتھوی یعنی خاک کا دیوتا کبیر۔ چت یعنی قوتِ متخیلہ کا دیوتا واسدیو۔ اور من یعنی قوتِ مدرکہ کا دیوتا اِندر کو تسلیم کیا گیا ہے)

۱۵- اِنسان جب جسم زبان یا دل سے کوئی اچھا یا بُرا کرم کرتا ہے۔ تو اس کے سرزد ہونے کا باعث یہی پانچوں اسباب ہوتے ہیں۔

۱۶- ایسا ہوتے ہوئے اگر کوئی اِنسان اپنی کم عقلی کے باعث خود کو

فاعل (کرتا) تصور کرتا ہے۔ تو وہ مورکھ ہے۔

۱۷۔ وہ شخص جو اپنے آپ کو فاعل نہیں سمجھتا۔ جس کی عقل سے گمراہی کا پردہ اٹھ گیا ہوتا ہے۔ وہ اگر تمام دنیا کو قتل بھی کر دے۔ تو بھی وہ نہ قاتل بنتا ہے۔ نہ گنہگار۔

۱۸۔ پر گیاتا۔ گیان وگیہ (عالم۔ علم۔ معلوم) فعل کے محرک ہیں۔ فاعل۔ مفعول وآلۂ فعل سے فعل وقوع پذیر ہوتا ہے۔

۱۹۔ سانکھیہ شاستر کے مطابق علم۔ فعل اور فاعل کی گنوں کے لحاظ سے تین تین اقسام بیان کی گئی ہیں۔ اب ان کو سمجھ۔

۲۰۔ جس علم کے ذریعہ ذاتِ واحد ہر ایک جاندار میں ایک اور غیر منقسم نظر آئے۔ وہ علم روحانی اور پاکیزہ یعنی ستوگنی ہے۔

۲۱۔ جس علم سے انسان ذاتِ واحد کو مختلف جانداروں میں علیحدہ علیحدہ منقسم تصور کرتا ہے۔ وہ علم اوسط درجہ کا یعنی رجوگنی ہے۔

۲۲۔ تموگنی علم وہ ہے۔ جس کے باعث انسان حقیقت سے گمراہ ہو کر ہر ایک شے کو بذاتِ خود مکمل تصور کرنے لگتا ہے۔

۲۳۔ جو کرم اچھا یا برا تصور نہ کرتے ہوئے پھل کی خواہش سے بے نیاز ہو کر نیم الوسار کیا جاتا ہے۔ وہ ستوگنی کرم کہلاتا ہے۔

۲۴۔ جو کرم پھل کی خواہش رکھتے ہوئے خواہشات سے مجبور ہو کر یا نمود کی خاطر اہتمام سے کیا جاتا ہے۔ وہ رجوگنی کہلاتا ہے۔

۲۵۔ وہ فعل تموگنی یعنی جہالت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جو دوسروں کو

نقصان یا ایذا پہنچانے یا جو عاقبت کے گھمنڈ سے کیا جاوے۔

۲۶۔ ستوگنی فاعل (کرتا) وہ ہے۔ جو تعلق و پندار سے آزاد ہو۔ ہمت و استقلال رکھتا ہو۔ اور کامیابی و ناکامیابی کو یکساں سمجھتا ہو۔

۲۷۔ جو موہ میں غرق ہو کر نتیجہ کی خواہش رکھتے ہوئے کرم کرتا ہے۔ لالچی۔ بے مروت اور ریاکار ہے۔ اور خوشی و غم سے متزلزل ہو جاتا ہے۔ وہ فاعل رجوگنی ہے۔

۲۸۔ وہ فاعل جو جاہل۔ بدتمیز۔ ضدی۔ فریبی۔ کمینہ۔ کاہل۔ ناامید اور ہمیشہ کام کو کل پر چھوڑنا پسند کرتا ہے۔ وہ تموگنی فاعل کہلاتا ہے۔

۲۹۔ اے ارجن! اب میں تجھ سے گنوں کے لحاظ سے عقل و استقلال کی جو تین تین اقسام بیان کی گئی ہے۔ ان کو علیحدہ علیحدہ اور بالتفصیل بیان کرتا ہوں۔

۳۰۔ اے ارجن! وہ عقل (بدھی)، پاکیزہ (ستوگنی) ہے۔ جو دھرم و ادھرم کرم و اکرم۔ خوف و بے خوفی۔ بندھن اور موکش میں تمیز کرنا جانتی ہے۔

۳۱۔ اے ارجن جو بدھی نیک و بد۔ کرم و اکرم میں تمیز کرنا نہیں جانتی وہ رجوگنی کہلاتی ہے۔

۳۲۔ اے ارجن۔ وہ عقل جو نیک کو بد اور ہر شے کو اس کا الٹ تصور کرتی ہے۔ وہ تموگنی کہلاتی ہے۔

۳۳ - اے ارجن - جس غیر متزلزل استقلال کے ذریعہ انسان اپنے دِل نفس اور حواس کے فعل کو قابو میں کر لیتا ہے - وہ ستوگنی استقلال (دھرتی) کہلاتا ہے -

۳۴ - اے ارجن ! جس استقلال کے ذریعہ اہلِ غرض اپنے عقائد مذہبی - و خواہشات نفسانی اور دنیاوی اغراضات کو تکمیل دیتے ہیں - وہ اوسط درجہ کا یعنی رجوگنی کہلاتا ہے -

۳۵ - اے ارجن - جس استقلال سے انسان - نیند - خوف - رنج - تکلیف اور حماقت میں مبتلا رہتا ہے - وہ ادنےٰ درجہ کا یعنی تموگنی استقلال کہلاتا ہے -

۳۶ - اے ارجن ! اب تو تین طرح کے سُکھوں کا بیان سُن - ایسا سُکھ جو یوگ کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے - اور جس سے تمام مصائب دنیاوی کا خاتمہ ہو جاتا ہے -

۳۷ - جو ابتدا میں تو زہر محسوس ہوتا ہے - لیکن انجام کار امرت (آبحیات) بن جاتا ہے - اُسے ستوگنی سُکھ کہتے ہیں - اور یہ سُکھ آتم گیان کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے -

۳۸ - وہ سُکھ جو ابتدا میں آبِ حیات اور انجام کار زہر محسوس ہوتا ہے جو حِس و محسوس کے تعلق سے پیدا ہوتا ہے - اوسط درجہ کا یعنی رجوگنی کہا گیا ہے -

۳۹ - وہ سُکھ جہالت یعنی تموگن کا نتیجہ ہوتا ہے - جو ابتدا اور انجام

دونوں میں انسان کو غافل بنائے رکھتا ہے۔ اور جو نیند، سستی اور عیاشی سے پیدا ہوتا ہے۔

۴۰۔ اس دُنیا یا دیوتاؤں کی سرزمین میں کوئی بھی وجود ایسا نہیں۔ جو پرکرتی کی ان تین صفات سے علیحدہ ہے۔

۴۱۔ اے ارجن! برہمن۔ کھشتری۔ ویش اور شودروں کے فرائض۔ اُن کے فطرتی رجحان کے مطابق تقسیم کئے گئے ہیں۔

۴۲۔ برہمن وہ ہے۔ جو تحمل۔ ضبط۔ تپ۔ پاکیزگی۔ بُردباری۔ راستی اور عقلمندی کا نمونہ ہو۔ آتم گیان اور ذاتِ حق میں اعتقاد رکھتا ہو۔

۴۳۔ شجاعت۔ جلال۔ استقلال۔ ہوشیاری۔ جنگ میں پیٹھ نہ دکھانا۔ دان دینا اور حکومت کرنا۔ یہ اوصاف کھشتریوں کے ہیں۔

۴۴۔ کھیتی۔ گلہ بانی اور تجارت ویش کے فرائض ہیں۔ شودروں کا فرض خدمت کرنا ہے۔

۴۵۔ ہر ایک انسان اپنے فرائض کی تکمیل ہی سے درجۂ کمال کو پہنچتا ہے۔ ایسا کیونکر ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل سُن!

۴۶۔ اپنے فرائض پر کاربند رہنے سے انسان اس کی اطاعت کا اظہار کرتا ہے۔ کہ جس سے اس عالم کو وجود حاصل ہے۔ اور اسلئے درجہ کمال کو پہنچتا ہے۔

۴۷۔ دوسروں کے فرائض اگر اپنے فرائض سے دلکش بھی نظر آئیں۔ تو بھی انسان کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے فرائض کو سرانجام دے۔

ایسا کرنے سے وہ گنہگار نہیں ہوتا ۔

۴۸ ۔ اپنے فرائض کو گو وہ ادنےٰ درجہ کے ہوں ترک کرنا اچھا نہیں کیونکہ ہر شے میں تاریکی کا پہلو اسی طرح پنہاں ہوتا ہے ۔ جس طرح آگ میں دھوآں ۔

۴۹ ۔ صرف وہی اعلےٰ درجہ کو پہنچتے ہیں ۔ جو تعلقات سے کنارہ کش ہوکر من کو قابو میں لاکر خواہشات کو ترک کر دیتے ہیں ۔ وہ تارک ہونیکے باعث کرموں سے آزاد ہو کر منصبِ عالی کو پہنچتے ہیں ۔

۵۰ ۔ اے کنتی نندن ۔ اِنسان تکمیل حاصل کر کے علمِ ذات سے آگاہ ہو کر ذاتِ حق میں کس طرح جذب ہو جاتا ہے ۔ اس کا مفصل بیان سُن ۔

۵۱ ۔ جو اپنی بُدھی کو پاکیزہ بنا کر استقلال کے ساتھ من کو قابو میں لاکر آواز وغیرہ محسوسات پر قادر ہو کر ۔ شوق و نفرت کو چھوڑ کر ۔

۵۲ ۔ تنہائی میں رہ کر ہلکی غذا کھا کر ۔ زبان ۔ جسم اور دل پر قابو رکھ کر ہمیشہ یوگ میں مشغول و مسرور رہتا ہے ۔

۵۳ ۔ وہ اپنی ۔ خودی ۔ تکبّر ۔ خودنمائی ۔ خواہش ۔ غصّہ اور شوق سے آزاد ہو کر ذاتِ حق میں وصل ہو جاتا ہے ۔

۵۴ ۔ میری سچی بھگتی اُسی کے دِل میں پیدا ہوتی ہے ۔ جو اُمید و ناامیدی سے آزاد ہو کر کل دنیا کو ایک نظر سے دیکھتا ہے ۔ اور وصالِ حق میں اطمینان محسوس کرتا ہے ۔

۵۵ ۔ وہ اس سچی بھگتی کے باعث میری حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے

اور مجھ سے کماحقہ طور پر واقف ہو جانے سے وہ مجھے پا لیتا ہے۔

۵۶۔ وہ میری پناہ میں آ جانے کے باعث کرموں کو کرتا ہوا بھی میرے ابدی اور لازوال مقام کو پہنچتا ہے۔

۵۷۔ اِس لئے تو اپنے کرموں کو سچے دِل سے میرے سپرد کر۔ اور یوگ کا سہارا لیکر ہمیشہ میرے تصوّر میں رہ۔

۵۸ میرا تصوّر کرنے کے باعث تو میری رحمت سے سب مشکلات پر عبُور حاصل کر لیگا۔ اور اگر تو خودی کے باعث میرے کلام کو نہ ملنے گا۔ تو فنا ہو جائیگا۔

۵۹۔ خودی کے باعث تیرا یہ خیال کرنا کہ میں نہیں لڑوں گا سراسر غلط ہے۔ کیونکہ قدرت (پرکرتی) تجھ سے خود بخود جنگ کروائے گی۔

۶۰۔ اے کُنتی نندن جس فعل کو تُو بوجہ نادانی کرنے سے اِنکار کر رہا ہے وُہ تجھے اپنی فِطرت سے مجبُور ہو کر کرنا پڑے گا۔

۶۱۔ اے ارجن۔ ایشور ہر جاندار کے دِل میں موجود رہتا ہے۔ اور اپنی مایا کی طاقت سے ہر ایک کو چرخ پر چڑھائے ہوئے ہے۔ اور وہ چرخ برابر گھوم رہا ہے۔

۶۲۔ اے ارجن تُو ہر طرح سے اُسی کی پناہ میں آ۔ کیونکہ اِس طرح تُو اس کی رحمت سے اعلےٰ سکون کو حاصل کرلے گا۔ اور مقامِ لازوال تک پہنچے گا۔

۶۳۔ اے ارجن! معرفت کے یہ پوشیدہ اسرار میں نے تجھ سے بیان کئے

ہیں۔ تُو اُنہیں سمجھ کر اُن پر کاربند ہو۔

۶۴۔ اب تُو میرے اس اعلیٰ کلام کو جو سب سے زیادہ غور طلب ہے۔ سمجھ لے۔ چونکہ تُو مجھے عزیز ہے۔ اسلئے مَیں اُسے دوہراتا ہُوں۔

۶۵۔ مجھ میں دِل لگا کر۔ میرا طالب بن کر۔ اپنے کرم میرے ارپن کرتے ہوئے میری پرستش کر۔ اے میرے عزیز مَیں تجھے یقین دِلاتا ہوں۔ کہ اس طرح تُو میری ذات میں مِل جائے گا۔

۶۶۔ تُو سب عقیدوں کو چھوڑ کر میری شرن میں آ۔ مَیں تجھے سب گناہوں سے نجات دِلاؤں گا۔

۶۷۔ اس شخص کو جو ریاضت نہیں کرتا۔ جو بھگت نہیں۔ اور میری تعلیم پر اعتقاد نہیں رکھتا۔ اُسے یہ عِلم ہرگز نہ بتلانا چاہیئے۔

۶۸۔ وہ اِنسان جو میری اِس اعلےٰ تعلیم کو میرے متلاشیوں تک پہنچائے گا۔ وہ مجھ سے عقیدت کے باعث بلاشبہ مجھ میں مِل جائے گا۔

۶۹۔ اس دُنیا میں اُس اِنسان سے بڑھ کر نہ تو میرا کوئی عقیدت مند ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی مجھے کوئی اس سے بڑھ کر عزیز ہو سکتا ہے

۷۰۔ اور وہ اِنسان جو اِس مقدس مکالمہ کا جو نیکی کا سرچشمہ ہے مطالعہ کرے گا۔ وہ عملی ریاضت کے باعث مجھے عزیز ہو گا۔

۷۱۔ جو بے تعصب اِس مکالمہ کو سچی عقیدت سے سُن بھی لے گا۔ وہ بھی نیک اِنسانوں کے پاک عالم کو پہنچے گا۔

۷۲۔ اے ارجن! کیا تُو نے اِس کلام کو ہمہ تن یکسوئی دِل کے ساتھ سُنا

ہے۔ اور کیا اس سے تیری نادانی دُور ہو گئی ہے۔

۷۳۔ ارجن نے کہا۔ اے کرشن! آپ کی کرپا سے میرا وہم دُور ہو گیا ہے۔ اور میں نے اپنے کرتویہ کو پہچان لیا ہے۔ اب میرے تمام شکوک دور ہو گئے ہیں۔ اور میں آپ کی نصیحت کے مطابق عمل کرنے کو تیار ہوں۔

۷۴۔ سنجے نے کہا۔ میں نے تعظیم کے قابل بھگوان کرشن اور پاک نفس ارجن کی باہمی گفتگو جو حیرت انگیز اور بدن کے رونگٹے کھڑے کر دینے والی تھی۔ سُنی ہے۔

۷۵۔ اے راجہ دھرت راشٹر۔ میں اس مخفی تعلیم کو ویاس جی کی مہربانی سے خود بھگوان کرشن کی زبانی سُن سکا ہوں ؎

۷۶۔ اور ان کی اس پُر لطف اور نیکی پیدا کرنے والی گفتگو کو بار بار یاد کر کے میں دل ہی دل میں مسرور ہو رہا ہوں۔

۷۷۔ اے راجہ دھرت راشٹر بھگوان کرشن کے اس حیرت انگیز سروپ کا بار بار خیال کر کے میں حیران بھی ہوتا ہوں اور خوش بھی۔

۷۸۔ میرا یہ کامل اعتقاد ہے۔ کہ جدھر یوگی راج بھگوان کرشن اور تیر انداز ارجن ہیں۔ اقبال۔ فتحمندی۔ ثروت و خوشحالی بھی اسی جانب ہو گی۔

موکش سنیاس یوگ نامی اٹھارھواں ادھیائے سمپورنم

# تشریح

## ادھیائے اٹھارہواں

پیشِ نظر ادھیائے میں گیتا کے سابقہ سترہ ادھیاؤں کا نچوڑ درج ہے خصوصاً تیسرے ادھیائے کی تعلیم کو دُہراتے ہوئے۔ بھگوان کرشن نے نشکام کرم کرنے کی تعلیم دی ہے۔

شلوک نمبر ۱۱

کوئی انسان کرموں کو مکمل طور پر ترک نہیں کر سکتا۔ اسلئے کرموں کے نتیجہ سے بے تعلق ہو جانا ہی کامل تیاگ کہلاتا ہے۔

مزید تشریح کے لئے دیکھو تشریح ادھیائے تیسرا

شلوک نمبر ۱۴ میں علم سانکھیہ کے مطابق فعل کے سرزد ہونے کے پانچ اسباب بیان کئے گئے ہیں اور شلوک نمبر ۱۶ میں اُن لوگوں کی عقل پر

حیرت کا اظہار کیا گیا ہے۔ جو قطع نظر ان پانچ اسباب کے جو فعل کے سرزد ہونے کا باعث ہیں۔ آتما کو فاعل تصوّر کرتے ہیں۔

تارک دراصل وہ ہے۔ جو اس حقیقت سے آگاہ ہے۔ اور جانتا ہے۔ کہ اس کی ذات کو کرموں سے دور کا بھی علاقہ نہیں۔ کیونکہ خود کو فاعل نہ تصوّر کرنے سے وہ کرموں سے آلودہ نہیں ہوتا۔ اور کرموں سے آلودہ نہ ہونے کے باعث وہ اُن کا خمیازہ بھگتنے سے محفوظ رہتا ہے۔ ایسے ہی آدمی کیلئے بھگوان کرشن نے فرمایا ہے۔ کہ اگر وہ تمام عالم کو بھی قتل کر دے۔ تو بھی نہ وہ قاتل بنتا ہے نہ گنہگار۔

شلوک نمبر ۱۹ تا ۴۰ میں گیان۔ کرم۔ کرتا۔ بدھی۔ استقلال اور سکھ کی گنوں کے لحاظ سے تین تین قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ اور یہ بتلایا گیا ہے کہ اس عالم میں یا دیولوک میں کوئی بھی وجود ایسا نہیں۔ جو ان گنوں کے چکر سے آزاد ہو۔

چاروں ورن قانون قدرت کے مطابق بنائے گئے۔ جن کی حقیقت یہ ہے۔ کہ جو انسان تعلیم و تلقین کی قابلیت رکھتے تھے۔ وہ برہمن کہلائے جن کی فطرت شجاعت و مردانگی کی آئینہ دار تھی۔ وہ کھشتری بنے۔ جو بیوپار میں پیش پیش تھے۔ انہیں ویش کا لقب دیا گیا۔ اور جو بذات خود کسی کام کو باحسن سرانجام دینے کی قابلیت نہ رکھتے تھے۔ وہ خدمت پر مامور ہوئے وسیلہ بنے اور شودر کہلائے۔

وید نے برہمن کو منہ سے۔ کھشتری کو بازو سے۔ ویش کو ران سے۔ اور شودر کو پاؤں سے تشبیہ دی ہے۔ یہ دراصل اُن کے اوصاف کے پیش نظر کیا گیا ہے۔ دُنیا کی تمام مخلوقات کو ایک جزو انسانی تصوّر کرتے ہوئے

انہیں جسم کے اُن مختلف حصّوں سے منسوب کیا گیا ہے۔ جو ان کے دنیاوی فرائض سے مطابقت رکھتے تھے۔

جرمنی میں حال ہی کی تحقیقات سے یہ امر تصدیق ہُوا ہے۔ کہ مختلف انسانوں میں مختلف قسم کا خون پایا جاتا ہے۔ خون کی اس تقسیم کے مطابق دُنیا کے تمام انسان چار حصّوں میں منقسم کئے جا سکتے ہیں۔ اور یہ امر بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔ کہ اگر ایک قسم کا خون رکھنے والے انسان دوسری قسم کے خون والے انسانوں میں ملِت ہو جائیں تو اس صورت میں جو مخلوط اولاد پیدا ہو گی۔ وہ ناقص و آوارہ ہو گی۔

شاید اسی تقسیم کے پیشِ نظر پراچین رشیوں نے چار ورن مقرر کئے۔ اور ان کے مابین ایک حدِ فاصل کھینچ دی۔

نشکام کرم سب سے اعلےٰ تصوّر کئے گئے ہیں۔ لیکن اپنے ہر فعل کو پرماتما کے ارپن کرنا۔ اور اس کی شرن میں آنا۔ انسان کو بہت جلد گناہوں کے بندھن سے آزاد کر دیتا ہے۔ اور اُس اعلیٰ مقام تک پہنچاتا ہے۔ جہاں سے پھر واپس لوٹنا نہیں پڑتا۔

اوم اوم اوم

# تتمہ

شریمد بھگوت گیتا کا ایک ایک حرف امرت کے سمان ہے۔ اور ہر ایک انسان اس سے حسب دلخواہ فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ گیتا کو تمام ویدوں اور اپنشدوں کا نچوڑ کہا گیا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ آتم گیان کے مسئلہ کو جس خوبصورتی سے بھگوان کرشن نے گیتا کے ان سات صد شلوکوں میں سلجھایا ہے۔ اس کی تعریف احاطۂ بیان سے باہر ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ ہندوستان روحانیت تو کیا۔ انسانیت کا جنم داتا قرار دیا جاتا تھا۔ اور دنیا بھر کے علوم و فنون کا مخزن تھا۔ اور ایک وقت اب یہ ہے۔ کہ ہم اپنے دھارمک اتہاسوں سے قطعی طور پر نابلد ہیں۔ یہ روحانی گیان جو کبھی سینہ بہ سینہ چلے آتے تھے۔ اب تاجروں کی الماریوں میں بند ہیں۔ اور ہمیں اتنی فرصت بھی نہیں۔ کہ اس رہی سہی پونجی کو جو غیر اقوام کی دست برد سے محفوظ رہ گئی ہے۔ سنبھالنے کی طرف متوجہ ہوں۔

وہ زمانہ جس میں ویدوں اور اپنشدوں کے ربانی کلام نے حروف کی صورت پائی ہندوستانی عظمت کا بلند ترین زمانہ تھا۔ وہ لوگ روحانیت کے اس قدر شائق تھے۔ کہ اپنی زندگیاں اپنے روحانی راہبروں کی خدمت میں بسر کر دیتے تھے۔ لیکن اب زندگی تو الگ چیز ہے ہمیں سندھیا

ہون یا آرتی کے لیے چند ملچھے میسّر آنا محال ہو گئے ہیں۔ اس زمانہ میں چونکہ روحانیت کا دور دورہ تھا۔ اس لئے نفسِ مضمون کو تشبیہوں اور استعاروں میں پوشیدہ رکھا جاتا تھا۔ تاکہ وہ انسان جو اس علم کو سمجھنے کے اہل نہیں۔ وہ اس سے آگاہ ہو کر دوسروں کو گمراہ کرنے کا موجب نہ بنیں۔ اس وقت طالبانِ حق، باکمال رشیوں کی خدمت میں خون پسینہ ایک کر دیتے۔ اور ان کی خدمت سے خوش ہو کر وہ باکمال رشی روحانی گیان کو اُن کے کانوں میں اس طرح پھونکتے جس طرح خدائی رحمت انسان پر نازل ہوتی ہے۔ لیکن اب جس طرح طالبانِ حق عنقا ہیں۔ اسی طرح یوگیوں اور رشیوں کا بھی پتہ نہیں ملتا۔ اور جو چند ایک ملتے ہیں۔ وہ بھی بھیڑ کے لباس میں بھیڑیے۔ جو گیرشے کپڑوں کے ذریعہ پیٹ پوجا کی فکر میں ہوتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ کسی طرح آپ سے دھرم کے نام پر زائد سے زائد ہتھیا لیں۔

مَیں یہ نہیں کہتا۔ کہ ہندوستان میں علمِ ذات سے آگاہ یوگیوں کا نشان بھی باقی نہیں۔ لیکن یہ ضرور کہوں گا۔ کہ ان کی تلاش ناممکن نہیں تو از حد مشکل ضرور ہے۔ اِن حالات میں سوچنا یہ ہے۔ کہ جو معدودے چند انسان روحانی ترقی کے طالب ہیں۔ جن کے سینوں میں کبھی کبھی عشقِ حقیقی کی چنگاری چمک اُٹھتی ہے۔ ان کے لئے درجہ کمال حاصل کرنے کا سہل ترین راستہ کونسا ہے۔ جہاں تک ویدوں اپنشدوں اور پرانوں کا تعلق ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اُن کی تعلیم اعلےٰ پایہ کی تعلیم ہے۔ لیکن چونکہ ۹۹ فیصدی ہندوستانی سنسکرت سے محض نابلد ہیں۔ اور انہیں مجبور ہو کر ترجموں کی جانب توجہ دینی پڑتی ہے۔

اور ترجمے جو میسر آتے ہیں۔ اُن میں ہر ایک مترجم نے تشبیہوں اور استعاروں کو اپنے اپنے رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے یہاں تک کہ بعض اوقات تو نفسِ مضمون سے بالکل علیحدہ ایک نئی ہی چیز ہمارے پیش نظر ہوتی ہے۔ ہم انہیں سمجھنے سے یکسر قاصر رہتے ہیں۔ اور اس طرح توہمات میں پھنس جانے کے باعث ہماری روحانی ترقی مخدوش ہو جاتی ہے۔ اور بعض اوقات تو ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ ہم اس کلام کی معقولیت پر بھی شک کرنے لگتے ہیں۔

اسی پیش آمدہ خطرہ کو بھگوان کرشن نے ہزارہا سال پہلے محسوس کیا۔ اور ویدانت کی تعلیم کو سہل ترین طریقہ سے گیتا کی صورت میں ترتیب دی۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ شریمد بھگوت گیتا کو ایک دفعہ عمیق نظروں سے شروع سے آخر تک پڑھنے کے بعد کوئی بھی اِنسان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پھر اس میں بیان کردہ شغلوں پر جن کا پانچویں چھٹے اور آٹھویں ادھیائے میں بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے۔ اور جس کی مفصل تشریح آئینِ وحدت میں کی گئی ہے۔ کاربند رہ کر ہر ایک اِنسان معراجِ کمال تک پہنچ سکتا ہے۔

گیتا کے اِس ترجمہ سے میری مراد فقط اِتنی ہے۔ کہ فلسفۂ روح کو سمجھنے کے خواہشمندوں کے لئے اور بھی آسانیاں پیدا کر سکوں۔ تاکہ وہ اِس تشریح اور ترجمہ کی روشنی میں علمِ ذات کی روشنی سے خانۂ دِل کو منوّر کر سکیں۔

یہاں مجھے چند ایک احباب کا شکریہ بھی ادا کرنا ہے۔ جنہوں نے اس ترجمہ کی اشاعت کے سِلسلہ میں مجھے امداد بہم پہنچائی ہے۔ ان میں

خصوصیت کے ساتھ سانگلہ کے لالہ ہر کشن لعل گڈھوک۔ مسٹر کرشن لال کھنہ بی۔اے۔ لالہ ہربنس لال ورمانی۔ لالہ بدری ناتھ بی۔اے۔ لالہ میلارام باہری۔ لالہ امروڑی مل۔ لالہ ارجن داس۔ لالہ امیر چند۔ لالہ ایشر داس۔ وجاتی پور کے لالہ رام شاہ آنند قابلِ ذکر ہیں۔ اور ان احباب کے مخلصانہ رویہ کا میں از حد ممنون ہوں۔

آخر میں مجھے صرف اتنا کہنا ہے۔ کہ شریمد بھگوت گیتا کا مطالعہ ہر انسان کا فرض اولین ہے۔ اور اس سے گریز کرنا گناہِ عظیم کے مترادف ہے۔

سندر شیام

11.7.42

## حضرتِ پرویز کی طرزِ نگارش کا ایک اور نقش

(زیرِ طبع)

جس میں جذبات کی اس صحت سے ترجمانی کی گئی ہے
کہ ایک بار اسے شروع سے آخر تک پڑھ لینے کے بعد
مدتوں آپ کی روح میں جھنکاریں پیدا ہوتی رہیں گی۔
یہ ایک اُلفت زدہ عورت کی داستانِ معصیت ہے
جس کا ہر باب بذاتِ خود ایک افسانہ ہے۔

### آج ہی اپنی کاپی ریزرو کروالیں

پبلشر

## نرائن دت سہگل اینڈ سنز تاجرانِ کتب

لوہاری دروازہ لاہور

نرائن دت سہگل پرنٹر و پبلشر نے مرکنٹائل پریس لاہور میں چھپوا کر لوہاری گیٹ لاہور سے شائع کی۔